ماہنامہ

ارمغان

ولی اللہ

جلد ۲۷ شمارہ ۴ اپریل ۲۰۱۹ء مطابق شعبان ۱۴۴۰ھ

سر پرست :

حضرت مولانا محمد کلیم صدیقی

مجلس مشاورت

☆ مولانا محمد طاہر ندوی

☆ مولانا محمد اقبال قاسمی

☆ مفتی محمد ہارون مظاہری

مدیر

وصی سلیمان ندوی

پتہ

دفتر ارمغان

پُھلت ضلع مظفر نگر

Phulat, Distt. Muzaffar Nagar

251201 (U.P.) INDIA

Mob : +91-7060450315

9359774316 , 9412411876

e-mail : arm313@gmail.com

armuganphulat@yahoo.com

Website: www.armughan.net

ادارہ کا مضمون نگار کی رائے سے اتفاق ضروری نہیں

ہر قسم کی چارہ جوئی کیلئے مظفر نگر کی عدالت سے رجوع کیا جائے

سرکولیشن انچارج: محمّد حنیف قاسمی

سرکولیشن منیجر : عبدالقدیر انصاری

مشیر اعزازی: ایوب بھائی بارڈولی والے

چیف رپورٹر : محمد ادریس قریشی

مشیر قانونی : امجد علی ایڈوکیٹ

موبائیل : 9897354040

زرتعاون

❖ فی شمارہ 25 روپے ❖ سالانہ 300 روپے ❖ سالانہ رجسٹرڈ ڈاک سے 500 روپے

❖ اعزازی تعاون 1000 روپے ❖ بیرونی ممالک سے 30 امریکی ڈالر ❖ لائف ممبر شپ 8000 روپے (برائے ۲۰ سال)

پرنٹر پبلشر محمد ادریس قریشی نے ڈیلکس پریس راج مارکیٹ مظفر نگر سے چھپوا کر جمعیت شاہ ولی اللہ کیلئے پھلت ضلع مظفر نگر سے شائع کیا

(مدیر: وصی سلیمان ندوی)

PDF created by #@Mohammad Yousuf Usman

بسم اللہ الرحمن الرحیم

فہرس

☆	(اداریہ)	وصی سلیمان ندوی	۳
☆	سورہ فاتحہ، دعاوانابت اور تربیت نفس کا نسخہ	مولانا محمد کلیم صدیقی	۵
☆	آنکھوں کی ٹھنڈک	مولانا خالد سیف اللہ رحمانی	۱۰
☆	عہد نبوی کا شہری نظام	مفتی محمد عبداللہ قاسمی	۱۴
☆	تن ہمہ داغ داغ شد	مولانا محمد الیاس بھٹکلی ندوی	۱۸
☆	نسیم ہدایت کے جھونکے (انٹرویو)	**محمد آصف**	۲۲
☆	اسلام کی عظمت اور اس کی طرف دعوت	مولانا جاوید اشرف مدنی	۲۸
☆	ایک شمع اور بجھ گئی، مولانا سید واضح رشید ندویؒ	ڈاکٹر حافظ سعید الرحمٰن فیضی	۳۰
☆	اظہار الحق کے مصنف مولانا رحمت اللہ کیرانوی	مولانا مطیع الرحمٰن عوف ندوی	۳۴
☆	خبروں کی دنیا	محمد ادریس ولی اللہی	۳۸
☆	فقہی مسائل	مفتی محمد عاشق صدیقی ندوی	۳۹
☆	آخری صفحہ	مولانا محمد کلیم صدیقی	۴۰

اس دائرہ میں سرخ نشان اس بات کی علامت ہے کہ آپ کی خریداری کی مدت **اپریل** سے ختم ہو رہی ہے، رسالہ کو مسلسل جاری رکھنے کے لئے دفتر کو اطلاع دیں یا فوراً رقم ارسال فرمائیں۔

PDF created by #@Mohammad Yousuf Usman

اداریہ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

امتحاں ہے ترے ایثار کی خودداری کا
معرکہ چالو ہے ووٹوں کی طلب گاری کا

ہمارے ملک عزیز ہندوستان کے حالیہ الیکشن ایسے وقت میں ہونے جارہے ہیں جب یہاں کی موجودہ صورت حال اتنی تشویش ناک اور خصوصیت کے ساتھ مسلمانوں کے لئے ایسی پر خطر ہے کہ اس کا اندازہ کرنے کے لئے اب زیادہ غور وفکر کی ضرورت نہیں، ہر سلسلۂ روز وشب، اور ہر دن کا نیا اخبار اس صورت حال کی ابتری کی جانب اشارہ کرتا ہے، مسلمانوں کے نقطہ نظر سے گذشتہ چند سالوں سے ملک کا جو منظر نامہ ہے، وہ انہیں فکر مند کردینے کے لئے کافی ہے، ہجومی تشدد کے واقعات، (موب لنچنگ کا تسلسل)، برسر اقتدار جماعت کے قائدین کے زہریلے بیانات، طلاق اور حلالہ جیسے موضوعات کے پردہ میں اسلامی نظام معاشرت پر حملے، اور مسلسل یہ تأثر پیدا کرنے کی کوشش کہ اس ملک میں مسلمانوں کا نہ کوئی حصہ ہے اور نہ ان کے لئے کوئی جگہ، ان کا دین اور شریعت، ان کی قومیت، ان کا تشخص، ان کے حقوق، ان کے ذرائع آمدنی ہر جگہ شب خون مارنے کی تیاری ہے، اور ان لوگوں کے مستقبل کے یہ عزائم کسی سے ڈھکے چھپے نہیں ہیں۔

یوں تو کسی بھی جمہوری ملک میں ووٹوں کا استعمال، اور حکومت سازی میں حصہ داری کی کوشش اس ملک کے باشندوں کا بنیادی حق اور بنیادی ضرورت ہوتی ہے، لیکن مسلمانوں کے لئے اس الیکشن میں حصہ داری خاص طور زیادہ ضروری اور اہم ہے، اور اس کے نتائج پر اس ملک میں ان کے مستقبل کے خوب وزشت ہونے کا دارومدار ہے، ملک میں پچھلے ستر سالوں سے مسلمان ووٹروں کو کیش کرانے اور ان کو ان کے مستقبل کا ڈر اور خوف دکھا کر اپنا مطلب حاصل کرلینے کا معمول ہے، بدقسمتی سے موجودہ انتخابات میں بھی مسلمانوں کے سامنے یہی صورت حال ہے، اور ان پر اپنی پسند ناپسند کا حق استعمال کرنے کے بجائے منفی طور پر ایک پارٹی کو ہرانے کا دباؤ بنایا جارہا ہے۔

اس میں کوئی شبہ نہیں کہ سیکولرزم ہمارے ملک کی شناخت ہے، اور آزادی وطن کے قائدین نے بہت سوچ سمجھ کر اس ملک کو سیکولر بنانے کا فیصلہ کیا تھا، اور اسی کی بنیاد پر یہاں کی عدلیہ اور پارلیمنٹ میں اقلیتوں کے حقوق اور ان کی آزادی کی ضمانت موجود ہے، لیکن سیکولر پارٹیوں کے بکھراؤ اور ایک جگہ کئی کئی سیکولر امیدواروں کی موجودگی کی وجہ سے ووٹوں کی تقسیم ہوجانے سے غیر سیکولر لوگ کامیاب ہوجاتے ہیں، اور پھر ملکی اور عالمی سطح پر مسلمانوں کے خلاف پائے جانے والے پروپیگنڈہ کی وجہ سے، مسلمان ہی سب سے زیادہ نقصان میں رہتے ہیں، اور ہر اگلے الیکشن میں مسلمانوں کے جان ومال کے زیاں کا حوالہ دے کر وہی پارٹیاں پھر سے ان کا ووٹ کیش کرانے کی کوشش کرتی ہیں، اور الیکشن کے بعد انھیں نظر انداز کردیتی ہیں، آزاد ہندوستان میں ہمیشہ سے یہی ہوتا آیا ہے کہ مسلمانوں کو ان کی حق تلفی اور ترقی کے ہر میدان میں انھیں نظر انداز کئے جانے کا خوف پیدا کرکے ان کے سامنے سیکولرزم کی دہائی دے کر، اور ان کے اوپر سیکولرزم کے تحفظ کی ذمہ داری عائد کرکے ان سے مجبورانہ طور پر ووٹنگ کرائی جاتی ہے۔ ملازمتوں، سرکاری اسکیموں، ملکی سہولیات اور تعلیم وغیرہ کے میدان میں ان کو

PDF created by #@Mohammad Yousuf Usman

حصہ داری کیسے ملے گی؟ ان کی آبادی کے اعتبار سے ان کی ترقی کی پلاننگ کے لئے کیا کیا جائے گا؟ ایوان حکومت میں ان کی نمائندگی میں اضافہ کے لئے کیا پلان ہے؟ کاروبار اور معاشرتی طور پر ان کو آگے بڑھانے کے کیا کچھ کیا جاسکے گا؟ یہ اوراس طرح کے حقیقی سوالات کبھی بھی، کسی الیکشن میں مسلمانوں کے سامنے آنے ہی نہیں پاتے، اور نہ ہی بعد میں کوئی پارٹی اس حیثیت سے مسلمانوں کے سامنے، خود کو جواب دہ سمجھتی ہے، اس طرح ان ستر سالوں میں اتنی بڑی اقلیت میں ہونے کے باوجود مسلمان مسلسل روبزوال، اور لگاتار ترقی کے قافلہ میں گرد اور غبار ہی بنتے رہے ہیں۔ سوال یہ ہے کہ کیا سیکولرزم کے تحفظ کی ذمہ داری تنہا مسلمانوں کی ہے، اور وہی ہر بار اس کے لئے اپنے حقوق کی قربانی دیتے رہیں گے، کیا ان جماعتوں پر اس سیکولرزم کے تحفظ کی کوئی ذمہ داری عائد نہیں ہوتی، جو شب و روز سیکولرزم کا دم بھرتی اور اسی کا راگ الاپتی ہیں، کیا ملک کی دوسری اقلیتوں پر سیکولرزم کو بچانے کی کوئی ذمہ داری نہیں ہے، اور کیا وہ بھی مسلمانوں کی طرح ہر الیکشن میں اپنے حقوق کی قربانی دے کر سیکولرزم کے بقا کے لئے سرگرم رہتی ہیں۔

عموماً ہم مسلمان اور ہمارے قائدین ہمیشہ الیکشن کے موقع پر بیدار ہوتے ہیں، اور جب وقت گذر چکا ہوتا ہے تو مجبوری حالات کا بہانہ کر کے ایک خاص طرز میں اپنے حق رائے دہی کا استعمال کرتے ہیں، اور اس کے اچھے برے نتائج کو تقدیر کا سہارا لے کر اللہ کے حوالہ کر کے، پھر پانچ سال کے لئے خواب خرگوش میں مست ہو جاتے ہیں، اور ملک کے اندر انتخابات کے اس مفید نظام کو اپنی ترقی کا زینہ بنانے، اور اپنی قوم کی ہمہ جہتی ترقی کے لئے استعمال کرنے کی کوئی پلاننگ نہیں کرتے۔

اس سارے تناظر میں دیکھا جائے تو ایک بات امید افزا ہے کہ ہمارے ملک کے عوام مجموعی طور پر سیکولرزم کے حامی ہیں، اور انتہاپسندی کی ہر کوشش کی مذمت کرتے ہیں، اور ہماری عوام اور صاحبان فکر و نظر کا وقتاً فوقتاً اس سلسلہ میں مثبت رویہ ہمارے سامنے آتا رہتا ہے، میڈیا رپورٹوں کے مطابق 2015 میں بی جے پی حکومت کی انتہاپسند روش کے خلاف ملک کے 200 سے زائد سرکردہ فلم سازوں، قلم کاروں، ادیبوں، سائنسدانوں، مورخین اور فلم سازوں نے اپنے ایوارڈز حکومت کو واپس کر کے حکومت کی غلط پالیسیوں کے خلاف احتجاج کیا تھا، اس طرح کے اقدامات بعض دوسرے طبقات کی جانب سے بھی ہمارے سامنے آتے رہے ہیں۔

کیا سیکولرزم کا دم بھرنے والی ہماری سیاسی جماعتوں کو، ان گروہوں کو جمع کر کے، اور ان بکھرے ہوئے ذرات کو یکجا کر کے اپنی ذمہ داری انجام نہیں دینا چاہئے، اور کیا مختلف پارٹیوں میں شامل مسلمانوں کو اپنی پارٹی کی وفاداری کے ساتھ اپنی قوم وملت کی خیر خواہی کے لئے پارٹی کے ذمہ داران اور کارکنان کو اس کے لئے قربانی دینے پر آمادہ نہیں کرنا چاہئے، اس وقت شدید ضرورت ہے کہ ہم مسلمانوں کی ذہن سازی کر کے ان کو سو فیصد حق رائے دہی کے لئے تیار کریں، اور اپنے ووٹ کی طاقت کا بھرپور استعمال کر کے اپنے پسندیدہ امیدواروں کو کامیاب بنانے کی جدوجہد میں شامل ہوں، اسی کے ساتھ یہ بھی ضروری ہے کہ انتخابات کے بعد بھی ہمارے اندر اس سلسلہ میں فکرمندی موجود رہے، اور ہم ایک زندہ قوم کی طرح دوررس نتائج کو سامنے رکھ کر اپنی منصوبہ بندی کر کے ملک کی سیاست و قیادت اور ہر میدان میں اپنی حصہ داری کی جدوجہد جاری رکھیں۔

وصی سلیمان ندوی

PDF created by #@Mohammad Yousuf Usman

آٹھویں قسط]

سورۂ فاتحہ

دعا وانابت شکراور تربیت نفس کا بے مثال نسخہ

مولانا محمد کلیم صدیقی

نعمت عظمی

وہ کریم اورارحم الراحمین، رحمٰن ورحیم ذات جس دین کو دے کرخود راضی اورخوش ہوجائے کہ میں نے اپنے بندوں پرکتنا بڑااحسان کیا، وہ دین کیسی بڑی نعمت ہے۔

اس دین میں انسانی زندگی کی چولوں کوصحیح کرنے کے لئے مکمل انتظام کیا گیا ہے، ہماری فکر بدل نہ جائے، فکرمیں بگاڑ نہ پیدا ہوجائے، عمل میں بگاڑ نہ پیدا ہوجائے، سب چیزیں بنی رہیں، زندگی کی سب چولیں صحیح رہیں، اس کا انتظام فرمادیا اللہ تعالیٰ نے، اُسے خلوت میں، جلوت میں، تنہائی میں، بھیڑ میں، جب وہ کمزور ہو، جب اسے قدرت ہو، جب وہ مال دار ہو، جب وہ غریب ہو ہرحال میں اس کی چولوں کوصحیح کرنے کا سب سے بہتر انتظام کیا ہے، اس لئے کہ وہی انسان کے مزاج اور فطرت کو جاننے والا ہے اوروہی اس کا انتظام کرنے پرقادر ہے: **أَلَا يَعْلَمُ مَنْ خَلَقَ وَهُوَ اللَّطِيفُ الْخَبِيرُ** (کیا وہی نہیں جانے گا جس نے پیدا کیا، وہ باریک بیں اور باخبر ہے) اللہ تعالیٰ پیدا کرنے والے ہیں اُن سے زیادہ کوئی نہیں جانتا انسان کی نفسیات کو، اُس کے نیچر کواوراُس کے مزاج کو۔ انسان کی زندگی کی چولوں کوصحیح کرنے کا سب سے اچھا طریقہ کوئی ہوسکتا تھا تو یہ تھا کہ اسے آخرت کا استحضار رہے، اللہ کے سامنے حساب کتاب کا یقین رہے، اس کی آنکھوں کے سامنے آخرت کا منظر رہے، یہ دین پورا کا پورا سینٹرلائیز ہے اس فکر پر کہ ہمیں مرنے کے بعد اللہ کے سامنے کھڑا ہونا ہے، اوراسے جواب دینا ہے۔ یہ فکرصحیح رہے، آدمی زندگی کے ہرکام کومرنے کے بعد کی زندگی کے لئے کرے تواس کے لئے اللہ تعالیٰ نے پانچ وقت کی نماز فرض کی، اوراسی کے ساتھ پانچ وقت کی ہرنماز کی ہررکعت میں سورہ فاتحہ کوواجب قراردیا، اللہ کے نبی ﷺ کا ارشاد ہے: **لاصلوٰۃ الا بفاتحۃ الکتاب** (سورہ فاتحہ کے بغیر نماز مکمل نہیں ہوتی) اورسورہ فاتحہ کی شکل میں یہ جو درخواست ہمیں سکھائی ہے، میں نے کل بھی عرض کیا تھا کہ یہ ایسی درخواست ہے جواللہ تعالیٰ نے خوش ہوکر کے خود ہمیں ''ڈراف'' کروائی ہے، اورہمیں بتادیا کہ تم یہ لکھ لاؤ بس، اُس کے اندر ہماری ضرورتوں کا احاطہ بھی کیا گیا ہے اور ہماری تربیت کا انتظام بھی کیا گیا ہے، اُس درخواست میں آدمی اللہ کی رحمٰن ورحیم صفت کی دُہائی دیتا ہے، اس سلسلہ میں دودن سے بات ہورہی ہے کہ ساری صفات کے مقابلہ میں اسی صفت الرحمٰن الرحیم کوکیوں اتنا زیادہ کہلوایا جارہا ہے، اس لئے کہ یہ دعا مانگنے والا آدمی خود رحمٰن ورحیم صفت کا مظہر بن جائے۔

سخت مزاجی دعوت کے لئے سمِّ قاتل

مسلمان چوں کہ داعی بنا کر پیدا کیا گیا ہے اوردعوت کا حق ادانہیں ہوسکتا، جب تک سخت مزاجی نہیں چھوڑے گا، سخت کلامی نہیں چھوڑے گا، اس کے مزاج کی سختی اورمزاج کی اکڑ ختم نہیں ہوگی، انتہائی نرمی، رقت اوررحمت اُس کے اندر پیدا نہیں ہوگی، چھلکنے والی مامتا اُس کے دل کے اندر پیدا نہیں ہوجائے گی، اور رحمت للعالمینی صفت اُس کے اندر پیدا نہیں ہوگی وہ ہرگز ہرگز دعوت کا حق ادا نہیں کرسکتا۔

PDF created by #@Mohammad Yousuf Usman

اس لئے اللہ تعالیٰ نے رحمٰن ورحیم صفت کا مظہر بنانے کے لئے، اوراُس کے اندراس کا پرتو ڈالنے کے لئے بار بار یہ کہلوایا ہے 'الرحمٰن الرحیم'، انسان اپنے محبوب کو جب رحمٰن ورحیم کی صفت کے ساتھ یاد کرے گا تو خود آدمی کے اندر یہ صفت منتقل ہوگی اور بلاشبہ یہ صفت ایسی ہے، کہ اگر ہفتوں عشروں تک اس پر بات کی جائے پھر بھی پوری نہ ہو، اور مجھ جیسا جاہل کیا آدمی بات کرسکتا ہے، لیکن ہمیں اپلی کیشن پوری کرنی ہے اور ہمارے پاس وقت بہت کم ہے، اس لئے دو دن میں نے مختصر سی بات کی ہے۔

مَالِكِ يَوْمِ الدِّيْنِ

تیسری آیت اور تیسری بات جو ہم نے اللہ کے سامنے عرض کی: **مٰلک یوم الدین** ہر رکعت میں وہ کیا چیز ہے، دین کا صحیح کنسپٹ، دین کا صحیح نظریہ اور دین کی صحیح حیثیت آدمی کے ذہن میں آجائے، اس کے لئے بار بار آواز لگوائی جاتی ہے، بار بار کہلوایا جارہا ہے: **مَالِكِ يَوْمِ الدِّيْنِ ، مَالِكِ يَوْمِ الدِّيْنِ** آدمی اقرار کرتا ہے، اے اللہ آپ بدلہ کے دن کے مالک ہیں، اے اللہ مجھے بڑے مقدمہ میں آپ کے حضور کھڑا ہونا ہے آپ کی عدالت میں، مولائے کریم میں آپ کی رحمٰن ورحیم صفت کی دُہائی دے رہا ہوں، اے اللہ اُس روز نرمی اور رحم کا معاملہ فرمائیے، میری غلطیوں پر جس طرح آپ نے دنیا میں ستاری فرمائی ہے، اے اللہ وہاں بھی ذرا نرمی سے، آسان سا معاملہ کردیجئے! **ملک یوم الدین** اے اللہ جو کچھ مقدمہ پیش ہونا ہے آپ کے حضور ہونا ہے اور فیصلہ آپ کو کرنا ہے، مولائے کریم بس اپنی رحمٰن ورحیم صفت کے سایہ میں میرا معاملہ طے فرما دیجئے، ہر رکعت میں یہ دعا کرتا ہے، بار بار کہتا ہے، بدلہ کا دن، اے اللہ بدلہ کا دن، اے اللہ مجھے آپ کی زبردست عدالت میں کھڑا ہونا ہے۔

اُس وقت کو یاد رکھنے کے لئے، اور انسان کی زندگی کی چولوں کو صحیح کرنے کے لئے، اس سے زیادہ اور کوئی چیز مؤثر نہیں، کہ اسے مرنے کے بعد حساب وکتاب کا یقین ہو، کہ ہم سب اسی طرف جارہے ہیں: **ان الینا ایا بھم ثم ان علینا حسابھم** (بیشک ہماری طرف ان سب کا لوٹنا ہے، اور پھر ہمارے ذمہ ہے ان کا حساب) اس لئے دین یہ ہے کہ آدمی آخرت کے حساب کتاب اور وہاں کے نفع ونقصان کو سوچ کر زندگی گذارے۔

ایمان واحتساب

دنیا اور دین میں کیا فرق ہے، حضرت مولانا عبد الکریم پاریکھ صاحب نے اس کا بڑا پیارا ترجمہ کیا ہے، دنیا کا ترجمہ اِس پار اور آخرت کا ترجمہ اُس پار۔ آخرت کا مطلب اور مرنے کے بعد کی زندگی کو جو سمجھ کر کیا جائے وہ دین کا کام ہے۔ دین کا کام اور دین کا عمل صرف وہ ہے، کہ شکل کچھ بھی ہو اُس کی ظاہری، جو مرنے کے بعد کے نفع اور اجر کی نیت سے کیا جائے اور وہاں کے نقصان سے بچنے کے لئے کیا جائے وہ دین ہے، اس لئے ہر عمل کی قبولیت کے لئے صحیح نیت دین میں شرط ہے، صرف عمل کر لینا کافی نہیں ہے، نماز پڑھ لی، بہت سارا قرآن پڑھ لیا، بہت ساری تلاوت کرلی، اتنے پارے پڑھ لئے، اتنے حج کر لئے، اتنے عمرے کر لئے، اس سے کچھ نہیں ہوتا، جب تک اللہ کے یہاں قابل قبول نہیں اور قبولیت کا دارومدار ہے، نیت کے صحیح ہونے پر، اسی کو ایمان واحتساب کہا گیا ہے، رمضان میں خاص طور سے اس نیت کے استحضار کا خاص موقع ہے، ایمان واحتساب یوں تو ہر عمل میں شرط ہے، لیکن اس کے بارے میں باقاعدہ کہا گیا ہے: **من صام رمضان ایمانا واحتساباً** (جس نے روزہ رکھا رمضان کا ایمان اور احتساب کے ساتھ)، **من قام رمضان ایماناً واحتساباً** (جو ایمان اور احتساب کے ساتھ رمضان میں کھڑا ہوا) **من قام فی لیلۃالقد رایمانا واحتساباًغفر له مُاتقدم من ذنبه** (جو لیلۃ القدر میں کھڑا ہوا ایمان واحتساب کے ساتھ، اُس کے تمام پچھلے گناہ معاف کردیئے گئے۔

ایمانا واحتسابا کے بارے میں میرے حضرت والا (حضرت مولانا علی میاں نور اللہ مرقدہ) فرمایا کرتے تھے کہ

PDF created by #@Mohammad Yousuf Usman

حضرت مولانا الیاسؒ نور اللہ مرقدہٗ کے یہاں جا کر دین کی بہت اہم جو چیزیں ہم نے سمجھیں اُن میں اہم ترین چیز تھی ایمان و احتساب، وہاں سمجھ میں آیا کیا ہے ایمان واحتساب؟ جو اللہ نے وعدے کئے ہیں، حساب کتاب کے، اجر وثواب کے، اور عذاب کی جو وعیدیں ہیں اُن کو سو فیصد یقین کرتے ہوئے ماننا، اور اس کے مطابق عمل کرنا، لالچ کے ساتھ حساب لگاتے ہوئے، کہ کس عمل پر ہمیں کیا ملے گا۔

اللہ کے وعدہ پر یقین

اللہ نے جو وعدے کئے ہیں یا اللہ کا جو معاہدہ ہے کسی عمل کے کرنے پر، وہ وعدے اس نے خود کئے ہیں یا اپنے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے کروائے ہیں، اور احادیث شریفہ میں جو اجر آئے ہیں وہ بھی اللہ ہی کا وعدہ ہے: کیونکہ اللہ کا ارشاد ہے: **وما ینطق عن الھویٰ ان ھو الا وحی یوحیٰ** (وہ (ﷺ) اپنی طرف سے کچھ نہیں کہتے، اُن پر جو وحی ہوتا ہے وہ کہتے ہیں) وہ رسول ہیں، اور پہنچانے والے ہیں اس لئے اپنی طرف سے کچھ نہیں کہتے بلکہ اللہ کی طرف سے ہی کہتے ہیں، تو جو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ہم سے وعدے کیے ہیں اجر کے وہ بھی اللہ ہی کے وعدے ہیں، اور: **ان اللہ لا یخلف المیعاد** (اللہ تعالیٰ وعدہ خلافی نہیں کرتے) اللہ تعالیٰ عہد کو توڑتے نہیں ہیں اس لئے کہ ان سے سچی بات کسی کی نہیں ہوسکتی: **ومن اصدق من اللہ قیلاً** () **ومن اصدق من اللہ حدیثاً** (اللہ سے زیادہ کس کی بات سچی ہوسکتی ہے، اللہ سے زیادہ کس کا وعدہ سچا ہوسکتا ہے۔

اللہ نے جو ہمارے لئے اعمال پر اجر کا وعدہ کیا ہے وہ اللہ کا ہم سے ایک معاہدہ ہے ایک معاملہ ہے، اس پر یقین ہونا چاہئے، اس پر سو فیصد یقین کے ساتھ جو اجر بتایا گیا ہے اُس پر یقین کرتے ہوئے، حساب کتاب کر کے اُس کے لالچ میں کام کیا جائے، یہ ہے ایمان اور احتساب، اس کے نہ ہونے کی وجہ سے ہمارے اندر جان نہیں ہے اور ہماری زندگی کی چولیں صحیح نہیں ہیں۔

اللہ کے وعدوں پر ہم ایسا ہی یقین کرتے

اللہ کے ان وعدوں پر جب ہم غور کرتے ہیں تو انتہائی شرم آتی ہے، اور اپنی کم ظرفی پر بہت ہی غیرت آتی ہے کہ ہم لوگ دنیا کے ان فانی لوگوں کے وعدوں پر تو یقین کرتے ہیں، خود جن کا بھروسہ نہیں، اور ان وعدوں کو پورا کرنا جن کے بس میں نہیں، ایک آدمی نے آپ سے معاملہ کیا، کوئی بزنس کا معاملہ، کوئی اُجرت کا معاملہ، یا کوئی ملازمت کا معاملہ، تو وہ اُس کے بس میں تھوڑا ہی ہے، ضروری نہیں کہ اُس کا کاروبار اس لائق رہے، ہوسکتا ہے اُس کا بینک بیلنس، اُس کا سب مال اچانک لٹ جائے، اُس کے پاس پیسہ نہ رہے، یا وہ مرجائے، یا اسے کوئی حادثہ پیش آجائے، اُس کے قبضۂ قدرت میں تھوڑے ہی ہے، لیکن ہم لوگ اگر چھوٹے سے چھوٹے کسی آدمی نے معاملہ کیا تو اُس پر سو فیصد یقین کرتے ہیں، کسی کے یہاں کوئی مزدوری کرنے چلا گیا، اور اُس نے طے کردیا کہ اگر شام تک کام کریں گے تو آپ کو اسّی (۸۰) روپئے ملیں گے، ابھی گیا ہے، مزدوری کرنی شروع کی ہے، لیکن شام تک کا حساب جوڑ لے گا کہ یہ روپئے مجھے کہاں کہاں خرچ کرنے ہیں، گھر والوں سے بھی کہہ دے گا کہ گوشت منگوالو اور یہ منگوالو، میں شام کو آجاؤں گا میں، کیا پتہ دوپہر تک موت آجائے، کیا پتہ دن میں بارش ہوجائے کام ہی نہ ہو، آپ گئے تھے تیز بارش ہوگئی تو ضروری نہیں کہ کام جاری رہے، اگر سرکاری ملازمت لگ گئی پھر تو پوچھئے مت! جس دن نوکری پر چلا جاتا ہے آدمی، اُسی دن سوچ لیتا ہے کہ میری ایک مہینہ کی تنخواہ پکی ہوگئی، ایک مہینہ کی نہیں اب تو سال بھر کا بجٹ اُسی طرح بنالیتا ہے کرایہ پر مکان لے لیگا، اتنے کا اخبار طے کردیا، دودھ والے کو لگالیا، اتنا تو طے ہوگیا سرکار سے ہمارا، حالانکہ ہم روز دیکھتے ہیں کہ یہ سرکاریں ختم ہوجاتی ہیں، اس کا اکسیڈنٹ بھی ہوسکتا ہے، مر بھی سکتا ہے، اور بہت سے حادثات کے پیش آنے کا امکان ہے

اسی طرح کسی تاجر سے معاملہ ہوگیا آپ نے کہا کہ ہم کچھ

PDF created by #@Mohammad Yousuf Usman

چیزیں بناتے ہیں، اس نے کہا اتنے پیس ہمیں بنا دیجئے سال بھر میں، اور یہ خیال ہے کہ ایک پیس پر دس روپئے ملیں گے، اگر ایک مہینہ میں ایک ہزار پیس ہو گئے تو ایک لاکھ روپیہ ماہانہ آمدنی ہو گئی، سوچا جب دس لاکھ روپیہ ہو جائیں گے تو ایک مکان بنائیں گے ایک سال میں، پانچ لاکھ کا پلاٹ لے لوں گا، اور ذرا سخی ہیں تو ایک لاکھ روپیہ کا بہن سے بھی وعدہ کر لیا کہ جب میرے پاس پیسے آئیں گے تو سال کے آخر تک تمہیں دیدوں گا اور بعض دوسرے معاملات بھی طے کر لئے، ابھی کچھ مال بننا بھی نہیں شروع ہوا، ابھی سپلائی بھی شروع نہیں کی، لیکن معاملہ ہو گیا تو اس پر آدمی پکا یقین کر لیتا ہے، انصاف سے سوچئے کہ اللہ کے وعدوں پر کیا ہم ایسا ہی یقین کرتے ہیں کہ جب اللہ نے ہمیں اعمال پر اجر بتا دیا تو ہمیں پورا اطمینان ہے، اور اسی کے مطابق ہمارا عمل بھی ہے۔

ایک حرف پر 4900 نیکیاں

اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے سچی خبر دی ہے کہ قرآن مجید کا ایک حرف پڑھنے پر دس نیکیاں ملیں گی اور میں یہ نہیں کہتا کہ الٓمّ ایک حرف ہے، بلکہ الف ایک حرف ہے، ل ایک حرف ہے، م ایک حرف ہے() اور اگر باوضو پڑھے گا تو چالیس نیکیاں ملیں گی() اور اگر نماز میں پڑھے گا تو ستر ۷۰ نیکیاں ملے گی() اور رمضان میں پڑھے گا تو ۷۰ اِن ٹو ۷۰، یعنی چار ہزار نوسو نیکیاں ایک حرف پر ملیں گی اور ایک دوسری روایت میں آتا ہے کہ قرآن سننے پر دوگنی نیکیاں ملیں گی، تو چار ہزار نوسو کی جگہ اٹھانوے سو (9800) نیکیاں ملیں گی، صرف ایک حرف پر، الف پڑھا ہے تو ایک حرف پر، اور سوا پارہ پڑھا ہے ایک پارہ پڑھا ہے تو کتنی نیکیاں ہو گئیں، حساب لگائیے اس طرح میرا نیکیوں کا اتنا اکاؤنٹ ہو گیا ہے، اگر اس طرح یقین ہو کہ ایک حرف پر اتنی نیکیاں ملیں گی تو پھر یہ تکان اور یہ بے دلی، یہ بے حسی کے ساتھ قرآن پڑھنا کہ جلدی سے کسی طرح ختم ہو جائے، بس کسی طرح نمٹے، بس کسی طرح فارملٹی پوری ہو، تو چل میں آیا سمجھ میں آئے یا نہ آئے، یہ ہرگز نہیں ہوگا، بلکہ ہر آن نیا جوش اور نیا جذبہ ہوگا۔

سنانے والے کو مزید اکاؤنٹ

اسی طرح قرآن سنانے والے کو مزید اکاؤنٹ ہے، کیونکہ **الدال علی الخیر کفاعلہ** () جو کسی خیر کا ذریعہ بن جائے اُس کو بھی اُتنا ہی ثواب ملتا ہے جتنا کرنے والوں کو، تو جتنا سننے والوں کو سب کو ملے گا، اس کا اپنا پڑھنے کا الگ، اور جتنا سننے والوں کو سب کو ملے گا، اتنا اسے الگ سے اکاؤنٹ ملے گا، اگر سنانے والے قاری صاحب کو یہ احساس ہو تو قاری جو سنا رہا ہے اُسے کتنا مزہ آئے گا، کتنا نفع ہوگا، حساب جوڑتے جوڑتے تھک جائے گا کہ میرا کتنا اجر و ثواب ہوا، پھر کتنا سنانے کی کوشش کریں گے، کتنا حریص ہوں گے پھر، پھر یہ تھوڑی ہوگا کہ وہاں چندہ میں گئے تھے، یا فلاں بات ہو گئی تھی، اس لئے اس سال سنا نہیں سکے، پھر تو حافظ قرآن جان دیدے گا لیکن سنانا نہیں چھوڑے گا، کیونکہ اسے یقین ہوگا کہ میرا اتنا اکاؤنٹ ہے، بھائی میرا اتنا معاملہ ہے، وہ سوچے گا کہ اگر نہیں سنایا تو میرا کتنا نقصان ہو جائے گا، ایک حرف پر اٹھانوے سو نیکیاں چلی جائیں گی، کتنے حرف ہیں قرآن مجید میں، میری اتنی نیکیاں ختم ہو جائیں گی، اگر یہ یقین ہو، تو پھر بے چینی نہیں ہوگی، کاہلی سستی نہیں ہوگی، پھر اعمال میں بے کیفی نہیں ہوگی، پھر یہ نہیں ہوگا کہ صاحب تسبیح پوری نہیں ہوئی، صاحب ذکر ہوا ہی نہیں، فرصت ہی نہیں ملی، آدمی جس بزنس کو کرتا ہے، اور اسے یہ معلوم ہے کہ فیکٹری میں میرا مال بن رہا ہے اور اگر میرا ایک پیس بن گیا تو مجھے دس روپے مل جائیں گے، تو پھر فیکٹری بند نہیں کرے گا، مشین خراب ہو جائے گی تو آدھی رات تک محنت کرے گا کسی طرح کل کا دن ضائع نہ ہو جائے، پھر بخار ہو، کچھ بھی ہو، تکلیف ہو، لگا رہے گا، کہے گا بخار ہے تو کیا، بخار تو آتا ہی رہتا ہے، دوا کھا لوں گا، ایک درد کی گولی کھائے گا، دوسری درد کی گولی کھائے گا، تیسری درد کی گولی کھائے گا، اور کوشش کرے گا کہ کسی طرح مشین آج ہی چلنی چاہئے، ورنہ اگر کل بھی بند رہی تو

PDF created by #@Mohammad Yousuf Usman

دس بیس ہزار روپیہ کا نقصان ہو جائے گا اور پرسوں اگر بند رہی تو تیس ہزار کا نقصان ہوگا، اس طرح حساب جوڑے گا۔

یہ جو بے دلی اور بے کیفی ہے، کبھی ایسا ہوجاتا ہے کہ قرآن پڑھنے کو دل ہی نہیں چاہتا، آخر کیا بات ہے؟ بات یہ ہے کہ آخرت کے اجر وثواب کا یقین نہ ہونے کی وجہ سے، اللہ کے وعدہ پر یقین نہ ہونے کی وجہ سے ایسا ہوتا ہے۔ دنیا کی دھوکہ کی چیزوں پر ہمیں اتنا یقین، ان کے وعدوں پر اتنا بھروسہ ہے کہ میں اس سلسلہ میں عرض کیا کرتا ہوں کہ بے ایمانی کا کاروبار کرنے والے، سٹا جوا جو کھیلتے ہیں، کس کس چیز پر داؤں لگاتے ہیں، گھر کی چیزیں بیچ کر آدمی سٹا لگا دیتا ہے، گھر کا سامان بیچ کر سٹا لگا دیتا ہے، اس امید پر کہ میرے نمبر آگئے تو اتنا روپیہ آجائے گا، سٹّہ اور جوا، خالص بے ایمانی کا کاروبار، خالص چیٹنگ اور دھوکہ، اس کے علاوہ اور کچھ نہیں لیکن اس پر آدمی بھروسہ کرتا ہے، چوروں کے وعدے پر یقین کر لیتا ہے، تین چور جا رہے تھے، معلوم ہوا کہ ایک لاکھ روپیہ کہیں سے ملیں گے، پوچھا تو بھی چلے گا؟ کہاہاں چلیں گے، اب چار ہوگئے، یہ سوچ کر کہ چاروں کو پچیس پچیس ہزار مل جائیں گے، یہ سوچ کر جان کو ہتھیلی پر لے کر چل دیا، جان بھی خطرہ میں اور سب کچھ خطرہ میں ہے، نفع بھی کوئی یقینی نہیں لیکن پھر بھی یقین ہے، اور ہمارے اللہ نے ہم سے جو وعدے کیے ہیں سو فیصد یقینی نفع کے، اُس کے خلاف ہو ہی نہیں سکتا، لیکن ہم کیسے اللہ سے محبت کا دعویٰ کرتے ہیں اور کیسے اللہ کی ذات پر اور بات پر یقین کرتے ہیں کہ جنت کے تذکرے کیے جاتے ہیں تو ہمیں اس یقین نہیں ہوتا، آج کل ذرا دو لفظ انگریزی کے پڑھ لئے تو آدمی کہنے لگتا ہے، ایسا کہاں ہوگا! آدمی سنتا ہے، جنت میں یوں ہوگا، ایسی اینٹیں ہوں گی، سونے کی چاندی کی، مشک کا گارا ہوگا، یہ ہوگا اور یہ ہوگا، تو یہ مسلمان کہتا ہے کہ یہ آج کل کے کرنے کی باتیں نہیں ہیں، آخر ہمارا یہ کیسا ایمان ہے اور یہ کیسی کم عقلی کی بات ہے، کم عقلی کی نہیں بلکہ کم ظرفی کی بات ہے۔

ایمان واحتساب، آخرت کے تصور، اللہ کے وعدوں اور اسی طرح وعیدوں پر بھی، اگر سو فیصد یقین ہو تو آدمی گناہ کرے گا؟ دوکان پر بیٹھا ہوا ہے، کوئی آجائے جو دیکھنے سے لگ رہا ہے کہ کوئی بدمعاش ہے، وہ کہے خبردار! گلہ میرے قبضہ میں کرو اور کل پچاس ہزار روپئے بھیج دینا ورنہ گولی ماردوں گا، تو آدمی کیا کرے گا، دوکان بند کردے گا، سو خطرے پیدا ہوجائیں گے کہ پتا نہیں کیا ہوجائے۔ اسی طرح اللہ نے جو وعیدیں کی ہیں گناہوں پر، ان پر یقین ہوجائے تو پھر کوئی آدمی گناہ کرے گا، بلکہ گناہ کی ہمت بھی کر سکے گا، اگر یہ یقین ہو کہ مال حرام سے پلا ہوا جسم جنت میں نہیں جائے گا () اس پر یقین اور ایمان ہو، تو پھر آدمی مال حرام کھائے گا، اگر اسے یہ بتایا جائے کہ ایک دانق (تین دمڑی) مال حرام کی کھائی ہوگی تو سات سو مقبول نمازیں دینی پڑیں گی () سات سو مقبول نمازیں ہیں کسی کے پاس دینے کے لئے، ساری زندگی کی ساری کمائی دینی پڑے گی تین دمڑی اگر مال حرام کی کھائی، تو اگر اس پر یقین ہو، ایمان واحتساب کی کیفیت ہو تو پھر آدمی کوئی گناہ کرے گا؟ پھر آدمی مال حرام کھائے گا؟ پھر وراثت میں بہنوں کا حصہ مارے گا؟ پھر بیویوں کے مہر دینے میں آگے پیچھے کرے گا؟ پھر کسی کو ستائے گا؟ کسی کو ذلیل کرنے کی کوشش کرے گا، اسے یہ حدیث معلوم ہو کہ جو کسی کے عیب چھپائے گا تو اللہ اُس کے عیب چھپائے گا اور اگر کسی کے عیب ظاہر کرے گا تو اسے اللہ میدان محشر میں رسوا کرے گا، اس یقین کے بعد پھر یہ کسی کو ذلیل کرے گا؟ کسی کی بے عزتی کرنے کی ہمت کر سکے گا۔

باقی آئندہ

دعائے مغفرت اور ایصال ثواب

کھتولی ضلع مظفر نگر کے چیرمین قاضی محمد جمیل کا ایک مختصر علالت کے بعد ۴/ مارچ کو انتقال ہوگیا، پورے علاقہ کیلئے یہ ایک بڑا حادثہ ہے۔ ارمغان کے قارئین سے ان کے لئے دعائے مغفرت اور ایصال ثواب کی درخواست ہے۔

PDF created by #@Mohammad Yousuf Usman

آنکھوں کی ٹھنڈک

مولانا خالد سیف اللہ رحمانی

رجب کے مہینہ کو کئی پہلوؤں سے امتیازی حیثیت حاصل ہے، جب رجب کا مہینہ شروع ہوجاتا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم دعاء فرماتے: اللهم بارک لنا في رجب وشعبان وبلغنا رمضان (المعجم الاسط:۴/۱۸۹، حدیث نمبر:۳۹۳۹) اسلام سے پہلے رجب میں قربانی دی جاتی تھی، جس کو ''عتیرہ'' کہا جاتا تھا، ابتداء اسلام میں بھی یہ قربانی باقی تھی، بعد کو یہ حکم منسوخ ہوگیا، (حاشیۃ السنوی علی سنن النسائی: ۷/۱۶۷) سال کے بارہ مہینوں میں سے چار مہینے حرام ہیں، جس کے اندر جنگ میں پہل کرنے کی اجازت نہیں، قرآن میں بھی ان مہینوں میں قتال کی ممانعت کی گئی ہے (التوبہ:۳۶) ان حرام مہینوں میں ایک رجب کا مہینہ بھی ہے، اس ماہ سے سیرت نبوی کا ایک نہایت ہی عظیم الشان واقعہ متعلق ہے کہ اللہ تعالیٰ نے رسول اللہ ﷺ کو آسمانی سفر کرایا اور آپ ﷺ نے عالم بالا کا مشاہدہ کیا، جس کو واقعہ معراج کہتے ہیں، خود قرآن مجید میں اس سفر کا ذکر موجود ہے (الاسراء:۱)

سیرت کا ایک اور اہم واقعہ بھی رجب ہی میں پیش آیا، جو معراج ہی سے متعلق ہے اور وہ ہے: پانچ وقتوں کی نمازوں کا فرض ہونا، یوں تو نمازیں پہلی امتوں پر بھی فرض تھیں، خود قرآن مجید میں اس کا اشارہ موجود ہے، حضرت ابراہیم علیہ السلام نے کعبۃ اللہ کی تعمیر کرتے ہوئے اس کی غرض یہی بتائی کہ یہاں نمازیں قائم کی جائیں گی۔ (ابراہیم: ۳۵) اور اپنے ساتھ ساتھ اپنی ذریت کے لئے بھی دعا فرمائی کہ بار الٰہا انہیں بھی نماز کی توفیق عطا فرمایئے: رب اجعلني مقیم الصلاۃ ومن ذریتي (ابراہیم:۴۰) اس دعا کی قبولیت کا ایک اثر یہ تھا کہ حضرت اسماعیل علیہ السلام اپنے لوگوں کو نماز پڑھنے کی تاکید فرمایا کرتے تھے، (مریم: ۵۵) قرآن میں جو واقعات ذکر کئے گئے ہیں، ان سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت شعیب علیہ السلام کی امت میں بھی نماز تھی، اور ان کی قوم اس سلسلہ میں ان کو طعنہ بھی دیا کرتی تھی: أصلاتک تأمرک أن نترک ما یعبد آبائنا (ھود:۸۷) حضرت لوط، حضرت اسحاق، حضرت یعقوب اور ان کی نسلوں کو قرآن مجید کے بیان کے مطابق نماز کا حکم دیا گیا تھا (انبیاء:۷۳) حضرت موسیٰ، حضرت ہارون اور ان کی قوم بنی اسرائیل کو بھی نماز کا حکم فرمایا گیا (یونس:۸۷) قرآن مجید نے حضرت زکریا کے ایک واقعہ کا نقشہ کھینچتے ہوئے کہا ہے کہ وہ اس وقت محراب میں نماز ادا فرمارہے تھے: وھو قائم یصلي في المحراب (آل عمران:۳۹) اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام سے جب زمانہ شیر خواری میں معجزاتی طور پر گفتگو کرائی گئی تو اس میں ایک فقرہ یہ بھی تھا کہ اللہ نے مجھے نماز کا حکم فرمایا ہے: وأوصاني بالصلاۃ (مریم:۳۱) غرض کہ جس قوم کے پاس بھی وحی پہنچی، ان کو ایمان کے ساتھ نماز کا بھی حکم دیا گیا۔

البتہ ضروری نہیں ہے کہ پانچوں نمازوں کا حکم دیا گیا ہو، یا نماز کی وہی ہیئتیں رکھی گئی ہوں، جو اس امت کے لئے رکھی گئی ہیں؛ بلکہ احادیث سے معلوم ہوتا ہے کہ نماز عشاء اس امت کی خصوصیات میں ہے، پچھلی امتوں پر یہ نماز فرض نہیں تھی۔ (ابو داؤد، حدیث نمبر:۴۲۱) امت محمدیہ پر بھی ایسا نہیں ہے کہ واقعۂ معراج سے پہلے نماز فرض نہ رہی ہو؛ بلکہ قرآن مجید کے بیان سے معلوم ہوتا ہے کہ ایمان کے بعد سب سے پہلے جو فریضہ مسلمانوں پر عاید کیا گیا، وہ دعوت دین اور نماز ہے: کیوں کہ سورہ علق کی ابتدائی آیت کے نازل ہونے کے بعد سب سے پہلے سورہ مدثر کی ابتدائی آیت نازل ہوئی۔ (تفسیر خازن:۴/۳۶۲، صحیح البخاری،

PDF created by #@Mohammad Yousuf Usman

حدیث نمبر: ۴۹۲۶) اور اس میں آپ کو دعوت دین کے ساتھ ساتھ نماز کی بھی تلقین کی گی، یـاأیهـا الـمـدثـر قـم فـأنـذر وربک فـکـبـر (مدثر:۱-۳) پہلی آیت میں آپ سے خطاب ہے، دوسری آیت میں انذار یعنی دعوت کا حکم ہے، اور تیسری آیت میں اللہ کی بڑائی بیان کرنے یعنی نماز کا حکم ہے؛ البتہ ابھی دن و رات میں دو وقت کی نمازیں فرض کی گئی تھیں، دو رکعت طلوع آفتاب سے پہلے اور دو رکعت غروب آفتاب سے پہلے، رکعتين بـالغداة ورکعتين بالعشي۔ محدثین اور سیرت نگاروں کا اس پر اجماع واتفاق ہے کہ پھر واقعہ معراج ہی کے موقع سے پانچ وقت کی نماز فرض کی گئی (التمہید لابن عبدالبر:۳۵/۸)

احادیث سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ ابتداء میں پانچوں نمازیں دو دو رکعت ہی فرض ہوئی تھیں، بعد کو چار رکعت کر دی گئیں؛ البتہ سفر میں دو رکعت باقی رکھی گئی، یہ بات ام المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے۔ (دیکھئے: بخاری، حدیث نمبر: ۳۹۳۵، مسلم، حدیث نمبر: ۶۸۵) شب معراج میں پانچ وقت کی نمازیں تو فرض کی گئی؛ لیکن اس وقت نمازوں کے اوقات متعین نہیں ہوئے تھے، روایتوں سے معلوم ہوتا ہے کہ واقعۂ معراج کی اگلی صبح حضرت جبرئیل علیہ السلام تشریف لائے اور پانچوں وقت نماز پڑھ کر آپ کو بتایا، اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اسی کے مطابق نماز ادا فرمائی۔ (بخاری، حدیث نمبر: ۵۲۲، مسلم، حدیث نمبر: ۶۱۱) اس طرح یہ پانچ نمازیں فرض ہوئیں، اور نمازوں کے اوقات متعین ہوئے، نماز کے بعض افعال میں بھی ابتداء میں سہولت رکھی گئی تھی، جیسے گفتگو کی ممانعت نہیں تھی، پھر اس سے منع فرما دیا گیا، مسبوق یعنی جس کی کچھ رکعتیں چھوٹ جاتی ہیں، وہ اپنی چھوٹی ہوئی رکعتوں کو اپنے لحاظ سے ادا کرتا تھا، امام کی اتباع نہیں کرتا تھا، پھر امام کی اتباع کو لازم کر دیا گیا، غرض کہ یہ دین کا اتنا اہم فریضہ ہے کہ اس کی اہمیت کو ظاہر کرنے کے لئے اللہ تعالیٰ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو عالم بالا پر بلایا، اور وہاں امت محمدیہ کے لئے یہ مبارک ومسعود تحفہ آپ کو عنایت فرمایا گیا۔

نماز کی اہمیت کا اندازہ اس سے بھی کیا جا سکتا ہے کہ قرآن مجید میں تقریباً سات سو مواقع پر مختلف حیثیتوں سے نماز کا ذکر آیا ہے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب اسلام قبول کرنے والوں سے بیعت لیتے تو نماز کا عہد ضرور لیتے، (بخاری عن جریر ابن عبد اللہ، حدیث نمبر: ۵۲۴) وفد عبد قیس بارگاہ نبوی میں حاضر ہوا تو آپ نے ان کو چار باتوں کے کرنے کا حکم دیا، اور چار باتوں سے رکنے کا حکم دیا، جن چار باتوں کے کرنے کا حکم دیا، ان میں توحید کی شہادت کے بعد پہلا حکم نماز کا تھا، (بخاری عن ابن عباس، حدیث نمبر: ۷۵۵۶) آپ ﷺ نے اسلام کے اہم اجزاء سمجھانے کے لئے فرمایا کہ اسلام کی بنیاد پانچ باتوں پر ہے، یہاں بھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے توحید کی شہادت کے بعد سب سے پہلے نماز قائم کرنے کا حکم دیا، (بخاری عن عبد اللہ ابن عمر، حدیث نمبر: ۸۱) آپ نے نماز کی اہمیت واضح کرنے کے لئے اس کو ایمان کا درجہ عطا فرمایا، اور ارشاد ہوا: جس نے نماز چھوڑ دی، گویا اس نے کفر کیا: مـن تـرکها فقد کفر (سنن ترمذی عن بریدہ، حدیث نمبر: ۲۶۲۱) نماز کا عمل آپ ﷺ کو کس قدر محبوب ومقبول تھا، اس کا اندازہ آپ کے اس قول سے کیجئے کہ میری آنکھوں کی ٹھنڈک نماز میں رکھی گئی ہے، جـعـل قرة عيني في الصلاة (نسائی، حدیث نمبر: ۳۹۳۹) نماز سے آپ کو راحت ملتی اور سکون قلب حاصل ہوتا، آپ حضرت بلال سے فرماتے: نماز قائم کر کے ہماری راحت کا سامان کرو، یا بلال! أقم الـصـلاة أرحنا بها، (ابو داؤد، حدیث نمبر: ۴۹۸۵) شریعت مین نابالغ پر عبادتیں فرض نہیں کی گئی ہیں؛ لیکن آپ نے خاص طور پر نماز کے بارے میں فرمایا کہ جب بچہ سات سال کی عمر کا ہو جائے تو اس کو نماز کا حکم دو اور جب دس سال کی عمر ہو جائے اور نماز نہ پڑھے تو اس کو تنبیہ کرو۔ (ترمذی، عن سبرة بن معبد الجهني، حدیث نمبر: ۴۰۷) منشاء

PDF created by #@Mohammad Yousuf Usman

نبوی یہ تھا کہ بچوں پر اگرچہ نماز فرض نہیں ہے؛ لیکن ان کو شروع سے نماز کی عادت ڈالی جائے۔

عبادات میں نماز کو بعض ایسی خصوصیات حاصل ہیں، جو کسی اور عبادت کو حاصل نہیں، مثلاً نماز کے علاوہ تمام عبادتیں ایک طبقہ پر ہیں، دوسرے پر نہیں، زکوٰۃ مالداروں پر فرض ہے غریبوں پر نہیں روزہ صحت مندوں پر ہے بیماروں پر نہیں، سفر حج کی فرضیت کے لئے صحت مند اور صاحب استطاعت ہونا ضروری ہے، جو صحت و استطاعت سے محروم ہوں، ان پر فرض نہیں ہے، قربانی اہل ثروت پر ہے غریبوں پر نہیں، اگر کسی علاقہ میں جہاد فرض ہو تو اس کا حکم مردوں اور جوانوں کے لئے ہے عورتوں اور بوڑھوں کے لئے نہیں؛ لیکن نماز ہر ایسے شخص کے لے ہے جس کے ہوش وحواس برقرار ہوں، صحت مند ہو یا بیمار، جوان ہو یا بوڑھا، طاقت ور ہو یا کمزور، مالدار ہو یا غریب، مرد ہو یا عورت اور مسافر ہو یا مقیم۔

اسی طرح دوسری عبادتیں یا تو مکمل طور پر فرض ہیں یا فرض نہیں ہیں، ایسا نہیں ہے کہ اگر کوئی شخص اس عبادت کو بہ کمال وتمام انجام نہ دے سکے تو جس حد تک انجام دے سکتا ہو، اس حد تک انجام دینے کا حکم دیا گیا ہو، اگر غروب آفتاب تک فاقہ رہنے کی طاقت نہیں ہے تو ایسا نہیں کہ ظہر تک روزہ رکھ لے، اگر نصاب زکوٰۃ کے نصف کا مالک ہو تو یہ نہیں ہے کہ اس کے بقدر زکوٰۃ فرض ہو، اگر حج کے لئے مکہ مکرمہ تک پہنچنے کی استطاعت نہ ہو تو ایسا نہیں ہے کہ جدہ تک جا کر واپس آجائے؛ لیکن نماز اگر اس کے تمام احکام وآداب کی رعایت کے ساتھ نہیں پڑھ سکتا ہو تو جس طرح ادا کرسکتا ہو، اس طرح ادا کرلے، قیام فرض ہے؛ لیکن کھڑا نہ ہوسکتا ہو تو بیٹھ کر ادا کرلے، بیٹھنے کی بھی طاقت نہ ہو تو لیٹ کر پڑھے، غسل کی ضرورت ہو تو غسل کرنا اور وضو کی ضرورت ہو تو وضو کرنا ضروری ہے؛ لیکن اگر پانی کے استعمال پر قادر نہ ہو تو تیمّم کر لے، غرض جس حد تک اس عبادت کو انجام دے سکتا ہو، انجام دینا ضروری ہے، نماز کو بالکل چھوڑ دینا جائز نہیں۔

نماز کی اس اہمیت کی وجہ یہ سمجھ میں آتی ہے کہ یہ توحید اور اللہ تعالیٰ کی بندگی کا اعلیٰ ترین مظہر ہے، نمازی اللہ کی تکبیر سے اپنی عبادت شروع کرتا ہے، قبلہ کی طرف ہاتھ اٹھا کر اشارہ سے شرک اور غیر اللہ کی کبریائی کی نفی کرتا ہے، پھر ایک غلام کی طرح نہایت ادب کے ساتھ دونوں ہاتھ باندھ کر کھڑا ہوتا ہے، آنکھیں بھی اس طرح جھکی ہوئی ہیں، جیسے ایک مجرم دربار شاہی میں نظر اٹھانے کی ہمت نہیں کرتا، زبان پر اللہ تعالیٰ کی حمد وتعریف کے کلمات ہیں، کبھی کمر تک جھکتا ہے اور کبھی اپنے مالک کے سامنے اپنی جبین ندامت کو زمین پر رکھ دیتا اور خاک آلود کرتا ہے، جب جھکتا ہے تو زبان پر اللہ کی پاکی کا ذکر ہے، اور جب اٹھتا ہے تو زبان اللہ کی بڑائی کا نعرہ لگاتی ہے، کبھی التجاء کرتا ہے، کبھی اپنی غلطیوں کی معافی مانگتا ہے، اس کے جسم کا کوئی حصہ آزاد نہیں، وہی کچھ کہتا ہے جو اللہ کے رسول نے کہنے کا حکم دیا، وہی سب کرتا ہے جس کی آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہدایت فرمائی، اسی جگہ دیکھنا ہے جہاں نماز کی

اعلان ملکیت

FARM-IV, RULE-VIII

ماہنامہ ارمغان ولی اللہ پھلت ضلع مظفر نگر (یوپی)

مقام اشاعت: جمعیت شاہ ولی اللہ پھلت ضلع مظفر نگر (یوپی)

مدت اشاعت: ماہنامہ

ایڈیٹر کا نام: وصی سلیمان ندوی

قومیت: ہندوستانی

پتہ: پھلت ضلع مظفر نگر یوپی

پرنٹر پبلشر کا نام: محمد ادریس قریشی

قومیت: ہندوستانی

پتہ: پھلت ضلع مظفر نگر یوپی

مالک: جمعیت شاہ ولی اللہ پھلت ضلع مظفر نگر (یوپی)

میں (محمد ادریس قریشی) تصدیق کرتا ہوں کہ مذکورہ بالا امور میرے علم ویقین کے مطابق صحیح ہیں۔ **محمد ادریس قریشی** **۲۰۱۹/۳/۱۵ء**

PDF created by #@Mohammad Yousuf Usman

حالت میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی نظر ہوا کرتی تھی، غرض انسان کا پورا وجود خدا کے سامنے بچھ جاتا ہے۔

رسول اللہ ﷺ کے زمانہ میں کسی مسلمان کے نماز چھوڑ دینے کا تصور ہی نہیں تھا، یہاں تک کہ جو لوگ اندر سے مسلمان نہیں تھے اور بعض فوائد کے لئے اپنے آپ کو مسلمان ظاہر کرتے تھے، وہ بھی پابندی سے نماز پڑھتے تھے کہ کہیں ان کا یہ نفاق ظاہر نہ ہو جائے لیکن آج صورت حال یہ ہے کہ مسلمان مسجد تو خوب صورت سے خوبصورت بناتا ہے، اور اس میں آپس میں مقابلہ بھی ہوتا ہے؛ لیکن مسجدوں کی آبادی کی فکر نہیں کی جاتی بقول شاعر:

مسجدیں مرثیہ خواں ہیں کہ نمازی نہ رہے
یعنی وہ صاحب اوصاف حجازی نہ رہے

جن لوگوں پر نماز فرض ہے، اگر وہ سب نماز کا اہتمام کریں تو پانچوں وقت ہر مسجد میں جمعہ کا منظر نظر آئے؛ لیکن صورت حال یہ ہے کہ اکثر مسجدوں میں عام نمازوں میں مسجد کا ایک چوتھائی حصہ بھی پُر نہیں ہو پاتا، یہی حال گھروں میں خواتین کا ہے، سمجھا جاتا ہے کہ نماز پڑھنا صرف بوڑھی عورتوں کے ذمہ ہے، تعلیم حاصل کرنے والی، ملازمت کرنے والی اور پکوان کرنے والی خواتین پر گویا نماز فرض ہی نہیں ہے، بعض عورتیں سمجھتی ہیں کہ اگر بچہ کپڑے پر پیشاب کر دے تو نماز نہیں پڑھ سکتے؛ حالانکہ یہ بات بہت آسان ہے کہ نماز پڑھنے کیلئے ایک الگ کپڑا رکھیں، اور جسم کے جس حصہ پر پیشاب لگ گیا ہے، صرف اس کو دھولیں، اسی طرح بعض بہنوں کو غلط فہمی ہے کہ بچہ کی پیدائش کے بعد بہر صورت چالیس دن تک نماز معاف ہے؛ حالاں کہ جس وقت بھی خون بند ہو جائے اور پاک صاف ہو جائیں ضروری ہے کہ غسل کرلیں اور اس کے بعد نماز ادا کریں، خواہ ولادت کے ایک ہی دن بعد خون تھم جائے۔

مقام عبرت ہے کہ جو عمل نبی کی آنکھوں کی ٹھنڈک ہو، اُمت اس میں اپنی آنکھوں کے لئے ٹھنڈک محسوس نہ کرے، اس سے بڑھ کر محرومی اور بدبختی کیا ہوگی؟

سرپرست داعی اسلام حضرت مولانا محمد کلیم صدیقی مدظلہم

دینی تعلیم وتربیت کے میدان میں
ایک مینارہ نور جس کا دینی اسلامی فیض
ہر سطح پر پھیل رہا ہے،
اسلامیات کی معیاری تعلیم کا ایک منفرد ادارہ

زیر نگرانی: جناب قاری سید نعمت اللہ ہاشمی
موبائیل: 8439481833

دار العلوم شاہ ولی اللہ

قصبہ اندری ضلع کرنال (ہریانہ)

مولانا داؤد قاسمی (مہتمم)
موبائیل: 9917177628

زیر سرپرستی: داعی اسلام حضرت مولانا محمد کلیم صدیقی مدظلہم

جامعہ اشاعت الاسلام

کرنال روڈ بڈولی، ضلع شاملی (یوپی)

زیر نگرانی: جناب قاری سید نعمت اللہ ہاشمی
موبائیل: 8439481833

اشاعت اسلام، دعوت دین، اصلاح معاشرہ، تعلیمی بیداری
تحفظ دین اور تعلیمی سرگرمیوں کے لئے ہر وقت سرگرم اور فعال

مولانا محمد اکرم مظاہری (مہتمم)
موبائیل: 8445100911

PDF created by #@Mohammad Yousuf Usman

عہد نبوی کا شہری نظام

مفتی محمد عبداللہ قاسمی، استاد فقہ وادب دار العلوم حیدرآباد

شہری اور تمدنی نظام ایک مربوط اور منظّم نظام ہے، افراد کی عملی واخلاقی تربیت گاہ ہے، انسان کی ذہنی وفکری تعمیر کا کفیل ہے، نظم ونسق کی پختگی اور عمدہ تعلیم وتربیت تمدنی نظام کا نشان امتیاز ہے یہ شہری اور تمدنی نظام ہی ہے جو شہریوں کے لئے خوش گوار اور صحت افزا ماحول فراہم کرتا ہے، امن وامان اور اتفاق ویکجہتی کی فضا کو سازگار بناتا ہے، اور وہاں کے باشندوں کے لئے سیاسی تنظیم اور فوجی مدافعت کو یقینی بناتا ہے، یہ شہری اور تمدنی نظام ہی کا امتیاز ہے کہ وہ شہر میں بودوباش اختیار کرنے والوں کے لئے روزگار اور ضروریات زندگی کی سہولت بہم پہنچاتا ہے، علاج ومعالجہ اور فلاحی اداروں کے قیام کے لئے ایک مضبوط اور منصوبہ بند لائحہ عمل تیار کرتا ہے، ناحق کسی کی جائیداد واملاک پر تصرفات کی حوصلہ شکنی کرتا ہے، عدلیہ اور محکمہ پولیس کے ذریعہ شدت پسند عناصر کی بیخ کنی کرتا ہے۔

ہجرت رسول سے قبل یثرب کے باشندے مختلف سیاسی اکائیوں میں منقسم تھے، یہ سیاسی اکائیاں آزاد اور خودمختار ہوتی تھیں، جو ایک طرف قبائلی آزادی کے تصور کی علم بردار تھیں تو دوسری طرف سیاسی افراتفری اور اس کے نتیجہ میں قتل وغارت گری اور تصادم وخونریزی کی بھی ذمہ دار تھیں، امن وامان اور اتفاق ویکجہتی کا تصور ناپید تھا، ہر قبیلہ دوسرے قبیلے کے خون کا پیاسا تھا، قبائلی عصبیت اور علاقائی منافرت کی وجہ سے پورا شہر یثرب جنگ کی چکی میں پس رہا تھا، مسلسل خانہ جنگی اور باہمی آویزش نے ان کے دست وبازو کو شل کردیا تھا، ایسے مہیب اور مشکل حالات میں آپ ﷺ نے مدینہ منورہ کی طرف ہجرت فرمائی، اور اپنی دوراندیشی اور حکمت عملی سے مدینہ کو داخلی انتشار اور بیرونی خطرات سے محفوظ رکھنے کے لئے ایک منظّم اور منصوبہ بند معاہدہ مرتب کیا، اس معاہدے کی بنیادی دفعات یہ تھیں:

الف: مدینہ میں امن وسکون کا ماحول یقینی بنانا

ب: مذہب پر عمل کرنے کی آزادی

ج: بیرونی حملوں کا اجتماعی مقابلہ

اس قبائلی معاہدہ کی وجہ سے، مدینہ میں جو خانہ جنگی اور باہمی آویزش نے ہر قبیلہ کو دوسرے قبیلہ سے دست بگریبان کردیا تھا اور ان کی دفاعی واقتصادی طاقت وقوت کو مفلوج کردیا تھا ایک طرف اس میں کمی آگئی، تو دوسری طرف مدینہ مختلف قبائل کے مابین سیاسی اتحاد کی وجہ سے بیرونی حملوں سے بھی محفوظ ہوگیا؛ جس کا لازمی اور منطقی نتیجہ یہ ہوا کہ ہر قبیلہ کو مذہب اور معاش کی آزادی حاصل ہوئی، امن وسکون کا خوشگوار ماحول انہیں میسر آیا، نئی نسل کو تعلیم وتربیت سے آراستہ کرنے کا موقع نصیب ہوا، محفوظ اور مجتمع قوتوں کے ساتھ تعمیر تمدن میں انہوں نے قابل قدر حصہ لیا ظاہر ہے کہ یہ آپ ﷺ کا زندہ جاوید اور عظیم کارنامہ تھا جسے آپ ﷺ نے اپنی دوراندیشی اور غیر معمولی بصیرت سے انجام دیا۔

ہجرت فرض ہونے کے بعد مہاجرین کا ایک بڑا جم غفیر مدینہ میں اکھٹا ہوگیا، حتی کہ مدینہ میں مقامی باشندوں کے مقابلہ میں مہاجرین کی تعداد کئی گنا بڑھ گئی (بخاری، حدیث نمبر: ۲۲۶۱) محدود وسائل میں ان کی رہائش، قیام وطعام اور ان کی ضروریات کا انتظام ایک نہایت پیچیدہ اور بڑا نازک مسئلہ تھا، پھر مختلف طبقوں، نسلوں اور مختلف تہذیب وتمدن کے حامل افراد کو سماجی لحاظ سے اس طرح جذب کرلینا کہ ان میں غریب الدیاری اور بیگانگی کا احساس نہ ابھرنے پائے، اور تنگ کالونی میں آبادی کے دباؤ سے جو قانون شکنی اور اخلاقی بے راہ روی کے رجحانات عموماً جنم لیتے ہیں ان سے نمٹنا ظاہر ہے کہ کوئی آسان کام نہ تھا؛ لیکن آپ ﷺ نے اپنی بے پناہ بصیرت اور خداداد ذہانت وفطانت سے

PDF created by #@Mohammad Yousuf Usman

ایسی شہری منصوبہ بندی (ٹاؤن پلاننگ) کی، جو ماہرین عمرانیات کے لئے خاص توجہ اور مطالعہ کی مستحق ہے، چنانچہ آپ ﷺ نے ان پیچیدہ مسائل سے نمٹنے کے لئے درج ذیل اقدامات کئے:

☆ مہاجرین مکہ معظّمہ سے بے سروسامان آئے تھے، ان میں کچھ خوش حال اور دولت مند بھی تھے؛ لیکن چوں کہ انہوں نے کفار مکہ سے چھپ کر ہجرت کی تھی؛ اس لئے وہ اپنے ساتھ ساز و سامان نہیں لاسکے تھے، آپ ﷺ نے سماجی لحاظ سے ان کو جذب کر لینے کے لئے یہ اقدام فرمایا کہ انصار اور مہاجرین کے درمیان رشتہ اخوت قائم فرمایا، چنانچہ جب مسجد نبوی کی تعمیر ختم ہوئی تو آپ ﷺ نے انصار کو طلب کیا، حضرت انسؓ کے مکان میں تمام لوگ جمع ہوئے، مہاجرین کی تعداد پینتالیس تھی، آنحضرت ﷺ نے خطاب کرتے ہوئے فرمایا یہ تمہارے بھائی ہیں، پھر مہاجرین اور انصار میں سے دو دو کو بلا کر فرماتے گئے کہ یہ اور تم بھائی بھائی ہو، انصار نے جا کر گھر کی ایک ایک چیز کا جائزہ لیا، اور مہاجرین سے کہا یہ آدھا آپ کا اور آدھا ہمارا ہے، سعد بن ربیعؓ جو عبدالرحمٰن بن عوفؓ کے بھائی قرار پائے ان کی دو بیویاں تھیں، عبدالرحمٰنؓ سے کہا کہ میں ایک کو طلاق دیتا ہوں آپؓ ان سے نکاح کر لیجیے؛ لیکن انہوں نے ساتھ انکار کر دیا۔ (سیرت ابن ہشام: ۲/ ۱۵۷)

☆ مہاجرین کی رہائش کا دوسرا انتظام یہ کیا گیا کہ انصار کے پاس جو افتادہ زمینیں تھیں وہ مہاجرین کو دی گئیں یا جن کے پاس ایک سے زائد رہائشی مکانات تھے وہ مہاجرین کو دے دیئے گئے، سب سے پہلے حضرت حارثہ بن نعمانؓ نے اپنی زمین پیش کی حضرت عبدالرحمٰن بن عوف نے اس میں ایک قلعہ بنوایا، حضرت عثمانؓ، حضرت مقدادؓ اور حضرت عبید کو انصار نے اپنے مکانات کے پہلو میں زمینیں دیں۔ (معجم البلدان: ۲/ ۲۸۹)

☆ مہاجرین اور انصار کے رشتہ اخوت میں مزاج و مذاق کے اتحاد کا خاص لحاظ رکھا گیا جو معاشرتی زندگی کو خوشگوار اور کامیاب بنانے میں کلیدی کردار ادا کرتا ہے، چنانچہ حضرت سعید بن زیدؓ...... جو عشرۂ مبشرہ میں سے ہیں، ان کے والد بعثت نبوی سے پہلے ملت ابراہیمی کے پیرو تھے، حضرت سعید بن زیدؓ نے ان ہی کی آغوش میں تربیت پائی تھی؛ اس لئے آفتاب اسلام نے بہت جلد ہی اپنی ضوفشانی سے ان کے دل کو منور کر دیا، اور بہار اسلام نے ان کے پژمردہ قلب کو سرسبز و شاداب بنادیا، یہی نہیں؛ بلکہ اس ایک دیئے سے دوسرے دیئے بھی روشن ہوتے چلے گئے، اور اس شگفتہ کلی کو دیکھ کر دوسری کلیاں بھی گلستان اسلام کا حصہ بننے پر آمادہ ہوتی گئیں، چنانچہ ان کی والدہ بھی حلقہ اسلام میں داخل ہوگئیں، اور ان ہی کی ترغیب پر حضرت عمر فاروقؓ بھی اسلام قبول کرنے پر آمادہ ہوگئے، علم و فضل کے اندر ان کا اکابر صحابہ میں شمار ہوتا تھا،...... ان کی اخوت حضرت ابی بن کعبؓ سے قائم کی گئی جن کو حضرت عمرؓ سید المسلمین کہتے تھے، بارگاہ نبوت میں منصب انشا پر سب سے پہلے ممتاز ہوئے، فن قرات کے وہ امام تسلیم کیے جاتے تھے (اصابۃ ذکر ابی بن کعب: ۳/ ۱۷۷) حضرت ابوحذیفہؓ ...... عتبہ بن ربیعہ کے فرزند تھے جو قریش کا رئیس اعظم تھا...... اس مناسبت سے ان کو حضرت عباد بن بشرؓ کا بھائی بنایا گیا جو قبیلہ اشہل کے سردار تھے، حضرت ابوعبیدہ بن جراحؓ جن کو رسول اکرم ﷺ نے امین الامت کا لقب عطا کیا تھا، جو ایک طرف فاتح شام ہونے کی قابلیت رکھتے تھے تو دوسری طرف بادۂ اسلام سے ایسے مخمور تھے کہ پدری اور فرزندی جذبات ان پر کچھ اثر انداز نہیں ہو سکتے تھے، چنانچہ غزوۂ بدر میں جب ان کے باپ ان کے مقابلہ پر آئے تو بلاجھجک انہوں نے اپنے باپ کو اسلام پر قربان کر دیا، ان کا رشتہ اخوت حضرت سعد بن معاذؓ سے قائم کیا گیا جو قبیلہ اوس کے رئیس تھے، اور جرات ایمانی اور جذبہ اسلام سے اس قدر سرشار کہ اپنے چار سو بنو قریظہ کے حلیفوں کو اسلام کی خاطر قربان کر دیا۔

شہری حکومت میں ایک اہم اور پریشان کن مسئلہ اقتصادی اور تجارتی نظام کا ہے، موجودہ دور میں مال و دولت کی طمع اور سیم و زر کی ہوس نے انسان سے اعلی اخلاقی اقدار کو چھین لیا ہے، اور وہ

PDF created by #@Mohammad Yousuf Usman

ایثاروہمدردی اورشرافت ومروت جیسے جوہراصیل سے محروم ہوچکا ہے، چنانچہ ضروریات زندگی کی ذخیرہ اندوزی اور مارکیٹوں میں ان کی مصنوعی قلت کی وجہ سے ایک طرف اشیاء کی قیمتیں آسمان کو چھورہی ہیں، اوراخراجات عام لوگوں کے بس سے باہر ہورہے ہیں، تودوسری طرف اشیاءخوردنی میں ملاوٹ اورعیب دار مالوں کے رواج سے لوگوں کی صحت کوشدید خطرہ لاحق ہے؛ بلکہ صالح اورصحت بخش غذانہ ملنے کی وجہ سے لوگ رفتہ رفتہ موت کے منہ میں جارہے ہیں، نیزلوٹ کھسوٹ اوردھوکہ وفریب تجارت کا ایسا جزولاینفک بن گیاہے کہ سادہ لوح اورتجارت کے پیچ وخم سے ناآشنا لوگوں کے لئے خریدوفروخت کے معاملات ازخودطئے کرنا مشکل ہوتا جارہاہے، آپ ﷺ نے تجارت اورخرید وفروخت میں ہونے والی بدعنوانیوں پرروک لگانے کے لئے ایک اقدام یہ کیا کہ لوگوں کواسلامی خطوط پرتجارت کرنے کی تلقین کی اور تاجروں کوامانت ودیانت، صدق ووفا اورایثاروہمدردی جیسی صفات عالیہ سے آراستہ ہونے کی تاکیدکی، اورخیانت وفریب، جھوٹ اورعہدشکنی سے مجتنب رہنے کولازم قراردیا، ذخیرہ اندوزی اوردھوکہ دے کرعیب دار مال کوفروخت کرنے سے منع فرمایا، چنانچہ آپ ﷺ نے فرمایا: **إن التجار يبعثون يوم القيامة فجار إلا من اتقى الله وبر وصدق** (ترمذی، حدیث نمبر:۱۲۱۰) قیامت کے دن تاجر لوگ فاجروں کے ساتھ اٹھائے جائیں گے مگرجواللہ سے ڈرتا ہواورنیکی اختیارکرتا ہواورسچ بولتا ہو ایک موقع سے آپ ﷺ نے ارشادفرمایا: **ثلاثة لايكلمهم الله يوم القيامة ولاينظر إليهم ولايزكيهم ولهم عذاب أليم المسبل إزاره، والمنفق سلعته بالحلف الكاذب، والمنان عطاءه** (ابوداؤد، حدیث نمبر:۴۴۵۸) قیامت کے دن اللہ تبارک وتعالی تین لوگوں سے گفتگونہیں کریں گے، نہ ان کی طرف نظررحمت فرمائیں گے اورنہ ان کوگناہوں سے پاک وصاف کریں گے اوران کے لئے دردناک عذاب ہوگا: ٹخنوں سے نیچے پائجامہ رکھنے والا، جھوٹی قسم کھاکرسامان فروخت کرنے والااوردے کراحسان جتلانے والا۔ایک جگہ آپ ﷺ نےفرمایا: **إن أطيب الكسب كسب التجار الذين إذاحدثوا لم يكذبوا وإذاائتمنوا لم يخونوا وإذاوعدوا لم يخلفوا وإذا اشتروا لم يذموا وإذاباعوا لم يطروا وإذاكان عليهم لم يمطلوا وإذاكان لهم لم يعسروا** (الآداب للبیہقی، حدیث نمبر:۷۸۷) بہترین کمائی تاجروں کی کمائی ہے بشرطیکہ وہ جب خریدوفروخت کے معاملات طے کریں توجھوٹ نہ بولیں، جب ان کے پاس امانت رکھوائی جائے تواس میں خیانت نہ کریں، جب وعدہ کریں تووعدہ خلافی نہ کریں، جب (سامان) خریدیں تو (بلاوجہ) عیب بیان نہ کریں، اورجب (سامان) بیچیں توحد سے زیادہ تعریف نہ کریں، اورجب ان پرکوئی حق ہوتواس کی ادائیگی میں ٹال مٹول سے کام نہ لیں اورجب ان کا کسی پرکوئی حق ہوتواس پرسختی نہ کریں، ایک روایت میں آتاہے: **من احتكر على المسلمين طعامهم ضربه الله بالجذام والإفلاس** (ابن ماجہ، حدیث نمبر:۲۱۵۵) جوشخص مسلمانوں سے روک کرغلہ کوذخیرہ کرتاہے اللہ اس کوجذام اورافلاس میں مبتلا کردیتے ہیں۔تجارتی معاملات کوصاف وشفاف بنانے کے لئے آپ ﷺ نے دوسرا عملی اقدام یہ فرمایا کہ آپ بذات خودان معاملات کی نگرانی فرماتے تھے، اورتجارت کی بابت اسلام نے جوہدایات دی ہیں ان پرلوگوں سے عمل کراتے تھے، اورجولوگ بازنہیں آتے تھےان کوسزائیں دلواتے تھے، چنانچہ صحیح بخاری کی کتاب البیوع میں ہے: **عن عبد الله بن عمر أنهم كانوا يضربون على عهد رسول الله صلى الله عليه وسلم إذا اشتروا طعاما جزافا أن يبيعوه في مكانهم حتى يؤووه إلى رحالهم** (بخاری، حدیث نمبر:۶۸۵۲) حضرت عبداللہ بن عمرؓ فرماتے ہیں کہ عہدنبوی میں میں نے دیکھا کہ لوگ تخمینہ اوراندازے سے غلہ

PDF created by #@Mohammad Yousuf Usman

خریدتے تھے، ان کو اس بات پر سزا دی جاتی تھی کہ اپنے گھروں میں منتقل کرنے سے پہلے اس کو خود اسی جگہ بیچ ڈالیں جہاں اسے خریدا تھا، کبھی کبھی تحقیق حال کے لئے آپ ﷺ خود بازار تشریف لے جاتے، ایک بار آپ ﷺ گزرے تو غلہ کا ایک ڈھیر نظر آیا، اندر ہاتھ ڈالا تو نمی محسوس ہوئی، دوکان دار سے دریافت فرمایا یہ کیا ہے؟اس نے جواب دیا کہ بارش سے بھیگ گیا ہے، ارشاد ہوا کہ اس کو اوپر کیوں نہیں رکھ لیتے کہ ہر شخص کو نظر آئے۔ جو لوگ دھوکہ دیتے ہیں وہ ہم میں سے نہیں ہیں۔(مسلم، حدیث نمبر:۱۰۲)

کچھ لوگوں کی طبیعت میں سرکشی اور تمرد غالب ہوتا ہے، قانون شکنی اور شہری اصول وضوابط سے بے اعتنائی ان کا مزاج ہوتا ہے، جس کی وجہ سے شہری وتمدنی نظام بکھر جاتا ہے، جرائم اور اخلاقی انارکی راہ پاتی ہے، ظاہر ہے کہ جرائم پسند عناصر پر قدغن لگانے کے لئے جہاں منظّم اور منصوبہ بند قوانین کی تشکیل ضروری ہے، وہیں مجرموں کو کیفر کردار تک پہنچانے کے لئے عدل و انصاف اور سزاؤں کے نفاذ کو یقینی بنانا بھی ضروری ہے؛ تاکہ قوانین کا رعب اور سزاؤں کے منصفانہ نفاذ کا خوف سرکش اور بغاوت پسند لوگوں کے لئے ہاتھ کی ہتھکڑی اور پاؤں کی زنجیر ثابت ہو، عہد نبوی میں ان دونوں باتوں کی طرف توجہ دی گئی، چنانچہ ایک طرف جہاں زنا، قتل، چوری، اور تہمت کی مؤثر اور حوصلہ شکن سزائیں مقرر کی گئیں، وہیں دوسری طرف سزاؤں کے نفاذ میں عدل وانصاف کا بھرپور لحاظ کیا گیا ہے، امیر وغریب اور شریف ووضیع کے مابین اجرائے حدود میں فرق نہیں کیا گیا، یہی وجہ ہے کہ جب حضرت اسامہؓ نے قبیلہ مخزوم کی ایک عورت ......جس کے لئے چوری کی پاداش میں قطع ید کی سزا مقرر ہوئی تھی...... کے بارے میں آپ ﷺ سے سفارش کی تو آپ ﷺ کا چہرہ انور غصہ سے سرخ ہوگیا اور اس موقع پر آپ ﷺ نے تاریخی جملہ کہا تھا: واللہ لو سرقت فاطمة بنت محمد لقطعت یدھا (بخاری، حدیث نمبر:۱۲۵۳) اللہ کی قسم! اگر محمد کی بیٹی فاطمہ بھی چوری کرتی تو میں ضرور اس کے ہاتھ کاٹتا۔ مجرموں کی گردن زدنی کے لئے آپ ﷺ نے حضرت زبیرؓ، حضرت علیؓ، حضرت مقداد بن اسودؓ، حضرت محمد بن مسلمہؓ، حضرت عاصم بن ثابتؓ اور حضرت ضحاک بن سفیان کلبی کو مقرر کیا تھا (زاد المعاد:۲/۲۹۶)

یہ وہ حیرت انگیز اقدامات تھے جن کے ذریعہ آپ ﷺ نے دنیا کو آگاہ کیا کہ سنگ وخشت کی عمارات کے درمیان کوچہ و بازار بنادینے کا نام شہری منصوبہ بندی نہیں؛ بلکہ ایسا ہم آہنگ اور صحت مند تمدنی ماحول فراہم کرنا بھی ناگزیر ہے جو جسمانی آسودگی اور روحانی بالیدگی کا ضامن ہو اور نئی نسل کی تعمیر وترقی کا کفیل ہو۔

اخیر میں اللہ تبارک وتعالی سے دعاء ہے کہ ہمیں اسوۂ نبوی کے مطابق زندگی گزارنے کی توفیق نصیب فرمائے، اور مسلم معاشرہ کو اسلامی خطوط پر گامزن فرمائے۔ آمین، ثم آمین

سرپرست: داعی اسلام حضرت مولانا محمد کلیم صدیقی مدظلہ

دختران اسلام کی دینی وعصری مثالی تعلیم گاہ

الجامعة الاسلامیہ رحمة للعالمین

موضع ریاولی نگلہ، ضلع مظفر نگر (یوپی)

اہم اور فوری ضروریات

خریدی گئی جگہ کا باقی قرض تقریبا آٹھ لاکھ روپے

دس درس گاہوں کی تعمیر — دار الاقامہ کی تعمیر

پانی کی ٹنکی کا نظم — اسٹاف کوارٹر کی تعمیر

مولانا مفتی محمد تسلیم قاسمی مہتمم

رابطہ نمبر 9634417073

PDF created by #@Mohammad Yousuf Usman

تن ہمہ داغ داغ شد
بدن زخموں سے چُور چُور ہے

[دوسری اور آخری قسط]

مولانا محمد الیاس بھٹکلی ندوی

اس وقت امت کا پورا بدن زخموں سے چور چور ہے، مسائل کا انبار ہے، ہر دن ایک نیا قضیہ سر اٹھا رہا ہے، ہر دوسرا دن ہماری شامت اعمال کی وجہ سے پہلے دن سے خراب بن کر سامنے آرہا ہے، اوپر بیان کیے گئے ان تمام ناگفتہ والمناک مسائل و چیلنجز میں سے ہر مسئلہ ایسا تھا کہ عالمی وملکی سطح پر مسلم تنظیموں و اداروں کی طرف سے مستقل اس پر غور کیا جاتا اور اس کا حل تلاش کیا جاتا اس میں فکری ارتداد والحاد کے بڑھتے سیلاب کا مسئلہ خود اتنا اہم تھا کہ تمام تحریکات وتنظیمات اور ادارے اپنے تمام رفاہی اور اصلاحی کاموں کو کچھ دنوں کے لیے موقوف کردیتے اور سب مل کر صرف اسی ایک اہم ترین مسئلہ پر اپنی پوری توجہ مرکوز کرتے تب بھی کوئی بڑی بات نہیں تھی، ہنگامی حالات میں جس طرح جنگی پیمانہ پر کام کیا جاتا ہے اس المیہ کی روک تھام کے لیے بھی اسی طرح کام کیا جانا چاہیے تھا، لیکن افسوس کہ ملت کو درپیش اس اہم چیلنج کا مقابلہ تو دور کی بات اس کو کوئی مسئلہ بھی نہیں سمجھا جارہا ہے نہ عالم اسلام میں اس سلگتے موضوع پر کسی سیمینار کی خبر ہے اور نہ اس کے تدارک کے لیے کسی اہم میٹنگ و پیش رفت کی اطلاع البتہ کہیں کہیں محدود پیمانہ پر کچھ فکریں ہورہی ہیں اور چند مضامین مجلّات ورسائل میں نظر سے ضرور گزرتے ہیں اور اس کے ازالہ کے لیے ٹھوس عملی تجاویز بھی پیش کی جارہی ہیں، لیکن مسئلہ کی سنگینی کو دیکھتے ہوئے یہ بہت کم درجہ کی کوششیں اور جدوجہد ہے۔

ایک تجزیہ یاد آگیا

ارتداد کے اس اہم مسئلہ میں ہماری گفتگو کا محور ہماری تحریروں وتقریروں میں بالعموم ہماری یہ بچیاں اور بچے ہی ہوتے ہیں اور ان ہی کو نشانہ بنا کر بات کی جاتی ہے کہ ان کی اپنی کوتاہی اور دین و اسلام سے دوری کی وجہ سے ان کو یہ دن دیکھنے کو مل رہے ہیں، ہمارے نزدیک ارتداد میں جانے والے ان بچوں سے زیادہ ان کے والدین وسرپرست اس کے ذمہ دار ہیں، اگر بچپن سے انھوں نے اپنے جگر گوشوں کی دینی بنیادوں پر صحیح تربیت کی ہوتی اور ان کو بنیادی دینی تعلیم سے آراستہ کرنے کا اپنا فریضہ انجام دیا ہوتا تو شاید یہ دن دیکھنے کو نہ ملتے، مجھے اس موقع پر ماضی قریب میں ایک غیر مسلم تجزیہ نگار کا وہ مضمون یاد آگیا جس کو اس نے دہلی میں دن دہاڑے چلتی بس پر کچھ بچیوں کے ساتھ منھ کالا کرنے کے درد بھرے واقعہ کے پس منظر میں لکھا تھا، اس نے لکھا تھا کہ یہ درندہ صفت نوجوان جنھوں نے سرِ راہ یہ حرکت کی اور ان کو سزا ملی تو میرے نزدیک ان مجرم نوجوانوں سے زیادہ ان کے ہاتھوں شکار ہونے والی بچیوں کے والدین ذمہ دار تھے، اس لیے کہ اگر وہ اپنی بیٹیوں کو دعوتِ نظارہ دینے والے بے حیا لباس پہنا کر گھر سے باہر نہ بھیجتے تو ان نوجوانوں کی بچیوں کی طرف نگاہیں ہی نہ اٹھتیں، بھوکے بھیڑیے کے سامنے جب تازہ گوشت رکھا جائے تو اس سے یہ امید کرنا بے جا ہے کہ وہ اس سے اپنی بھوک نہیں مٹائے گا، اسی طرح جوانی کے جذبات میں آوارہ گردی والوں سے ان بے حیا طالبات کی طرف نگاہ نہ اٹھا کر دیکھنے کی توقع کرنا ہی فضول ہے۔

اس تجزیہ کی روشنی میں جو درحقیقت قرآنی ونبوی تجزیہ ہے ہمیں معلوم ہوتا ہے کہ ہماری یہ بچیاں جو فتنۂ ارتداد کا شکار ہوکر اسلام کو خیرباد کہہ کر شرک وکفر کے دلدل میں جا پھنسی ہیں اور لومیریج کے نام سے غیر مسلم دوستوں کے عشق میں مبتلا ہوکر ایمان جیسی عظیم دولت سے محروم ہوچکی ہیں ان کے اپنے قصور سے زیادہ

ان کے والدین کا بھی قصور ہے جنھوں نے معیاری تعلیم کے شوق میں ان کو ایسی تعلیم گاہوں میں بھیجا تھا جہاں مخلوط تعلیم ہے، جہاں مردوزن کا فرق ختم ہوجاتا ہے اور جہاں جاکر وہ آزادانہ حیا سوز ماحول میں نہ چاہنے کے باوجود برائی پر آمادہ ہوجاتے ہیں، اسی طرح اس ایمان سوزی کے لئے محرک بننے والے ایک اور دوسرے سبب کے بھی ہم ہی ذمہ دار ہیں، اپنے بچوں کو ہوش سنبھالتے ہی ان کو تعلیم میں ترقی کے منازل طے کرانے کے نام پر انٹرنیٹ، سوشل میڈیا، واٹس ایپ، یوٹیوب، فیس بک، ٹویٹر وغیرہ تک رسائی کی ہماری طرف سے نہ صرف اجازت دی جاتی ہے بلکہ حوصلہ افزائی کی جاتی ہے اور اس طرح کی سہولت نہ دینے والے سرپرستوں کو انتہا پسند، شدت پسند اور تنگ نظر سمجھا جاتا ہے

قصوران دونوں سے بڑھ کر کچھ ہمارا بھی ہے

قرآن وحدیث میں معاشرے میں پنپنے والے مخربِ اخلاق جرائم پر حکمت کے ساتھ نہی عن المنکر کے جو طریقے و اصول بیان کیے گئے ہیں ان پر غور کرنے کے بعد یہ بات کھل کر سامنے آجاتی ہے کہ ان بچیوں وبچوں اوران کے سرپرستوں کی طرح قصور کچھ ہمارے دعوتی ودینی طبقہ کا بھی ہے، جب ہمیں معلوم تھا کہ ہمارے محلّہ، گلی، پڑوس یا خاندان میں اس طرح کے حیاسوز اور اخلاق سوز واقعات پیش آرہے ہیں تو ان بچوں کو اپنے بچے سمجھ کر ہمارا فرض بنتا تھا کہ ابتدائی مرحلہ میں ہی ہم ان کے پاس جاتے، ان کو، ان کے متعلقین اور سرپرستوں کو سمجھاتے، فرداً فرداً ان سے ملاقات کرتے، اور ممکنہ حد تک ان کو کفر وشرک کے دلدل میں پھنسنے سے روکنے کی کوشش کرتے، لیکن ہم نے طوفان کے پیشگی آثار کے باوجود اس کی روک تھام کی کوشش نہیں کی اوراس سلسلہ میں اپنا عالمانہ وداعیانہ فرض ادا نہیں کیا، اگر ادا بھی کیا تو زیادہ سے زیادہ کسی مسجد میں یا محلّہ میں یا مجمع عام میں اجمالاً اس مسئلہ پر اظہارِ خیال کیا، اس قضیہ کی مذمت کی، اس کی شناعت پر کچھ دیر تقریر یا گفتگو کی اور سمجھ لیا کہ ہم نے اپنا دینی فریضہ ادا کردیا جب کہ حکمت کے ساتھ دعوت اور نہی عن المنکر کا مطلب صرف یہی نہیں تھا بلکہ ہمیں جائز حدود کے اندر رہتے ہوئے ہروہ طریقہ ان معصوم نونہالوں ونوجوانوں کو سمجھانے کے لیے اختیار کرنا چاہیے تھا جس کی ہمیں شریعت میں اجازت تھی اوران بچوں کی بے حیائی کی آخری حد کو پار کرنے کے باوجود کم از کم ان کے ایمان کو آخری درجہ میں بچانے کی فکر کرنی چاہیے تھی، ہمارے اس نکتہ کی وضاحت ذیل کے اس کامیاب دعوتی تجربہ سے ہوسکتی ہے۔

کچھ دنوں پہلے ممبئی میں اس مسئلہ پر غور وخوض کے لیے علماء و فکرمند ساتھیوں کی ایک نشست تھی جس میں ہم لوگ بھی حاضر تھے، اس میں I.T سے وابستہ کچھ نوجوانوں نے بتایا کہ ارتداد کے واقعات سے ہم لوگ بھی بحیثیت مسلمان تشویش میں مبتلا تھے، لیکن یہ کہہ کر کہ اب معاملہ ہاتھ سے نکل گیا ہے ہم مایوس اور خاموش نہیں ہوئے اور آخری امکانی صورت کو اپناتے ہوئے جس سے ایمان میں ان بچوں کی واپسی کی کچھ رمق باقی تھی کوششوں میں لگے رہے، رجسٹرار آفیس میں تبدیلی مذہب کی تفصیلات اب آن لائن دستیاب رہتی ہیں، ہرجگہ مذہب بدلنے والوں کا لازمی طور پر اس میں اندراج ہوتا ہے، سب سے پہلے آن لائن ان تفصیلات کو حاصل کرکے ان بچوں کے والدین سے ملاقات کر کے یہ سمجھانے کی کوشش کی گئی کہ آپ اپنے ان بچوں کو طعنہ دے کر گھر سے نکال کر ان کا بائیکاٹ نہ کریں اوران سے بات چیت بند کرکے ایمان میں ان کی واپسی کا دروازہ بند نہ کریں، الحمدللہ ان کی نیتوں کے مطابق ان میں سے بعض بچوں کو گھر واپس لانے میں ان نوجوانوں کو تھوڑی بہت کامیابی بھی ملی، لیکن اس سے زیادہ کامیابی ان کو اس وقت ملی جب ان بچیوں اور بچوں کے ذریعے خود ان غیر مسلم دولہا ودلہنوں سے براہِ راست ملاقات کرکے اسلام کی تعلیمات سے ان کو روشناس کراکے اسلام کی دعوت دی گئی اوران کا ذہن بنا کر الحمدللہ ان کو اسلام قبول کرنے پر آمادہ کیا گیا اور پھر تجدید نکاح کے ساتھ ان کو بھی اسلام پر باقی رکھنے میں

PDF created by #@Mohammad Yousuf Usman

الحمدللہ وہ کامیاب ہوئے۔

ان نوجوانوں کے پاس یہ آخری حربہ تھا کہ کم از کم ارتداد میں جانے والے ان کی اس حکمتِ عملی سے الحمدللہ نہ صرف خود اسلام کی طرف لوٹے بلکہ ان کی مشرک بیویوں اور شوہروں کو بھی حلقہ بگوشِ اسلام کرنے کا ان کا مخلصانہ مشن پائے تکمیل کو پہنچا، مذکورہ بالا حکمتِ عملی کی روشنی میں ہمیں بھی اب ردِعمل کے طریقہ کار سے ہٹ کر دعوتی میدان میں کام کرنے کی ضرورت ہے، ان معصوم نونہالوں کو ارتداد والحاد کا طعنہ دے کر گھر سے نکال باہر کرنے یا معاشرہ سے الگ تھلگ کرنے سے اس بڑھتے سیلاب کو روکا نہیں جاسکتا، جو دائرہ اسلام سے نکل چکے ہیں ایک طرف اب ان کو واپس لانے کی مخلصانہ و ہمدردانہ فکریں وکوششیں ہوں اور دوسری طرف جو ارتداد کے کنارے واقع ہیں اس دلدل میں ان کو گرنے سے بچانے کی تدبیریں کی جائیں اور جو محفوظ ہیں ان کو ایمان پر باقی رکھنے کی منصوبہ بندی کی جائے۔

دو طرح کے خدشات

ان سب دعوتی نکتوں کے ساتھ ہمیں یہ بات بھی اچھی طرح سمجھ لینی چاہیے کہ اس ملک میں اگر ہمیں اپنی داعیانہ امتیازی شان کے ساتھ رہنا ہے تو ہمیں اپنے دعوتی فریضہ کے تعلق سے پہلے سے زیادہ چاق وچوبند رہنا ہوگا، کل تک ہمارا ملک عالمی سطح پر دینی قیادت کے لیے شہرت رکھتا تھا، یہاں کی عمومی حمیت اسلامی و غیرتِ دینی کا کسی عرب یا اسلامی ملک میں رہنے والے مسلمانوں سے بھی مقابلہ نہیں کیا جاسکتا تھا، یہاں کے آزادانہ ماحول میں دعوتی وعلمی اور دینی سرگرمیوں نے عالم اسلام میں ہمارے ملک کو قائدانہ رول دیا تھا، لیکن دعوتی میدان میں اپنے فریضہ کی ادائیگی میں بالخصوص دینی طبقہ کی بڑھتی کوتاہی اور ادھر دو تین سال سے بڑھتے الحاد وایمان سوز واقعات پر ملّی قیادت کی عمومی خاموشی سے اور دیگر بہت ساری وجوہات کی وجہ سے جن میں سرفہرست برادرانِ وطن تک دعوتی پیغام کے پہنچانے میں ہماری کوتاہی بھی ہے، اب اس خدشہ کو تقویت پہنچ رہی ہے کہ یا تو دینی واصلاحی قیادت اور اس کی مرکزیت ہمارے ملک سے منتقل ہوکر کہیں اور جانے والی ہے یا پھر اگر اس ملت ہندیہ ہی میں دینی قیادت و مرکزیت کو باقی رکھنا مشیت الٰہی کو منظور ہے تو یہاں کسی اور قوم کو اللہ پاک اس کام کے لیے کھڑا کرنے والے ہیں جو اس دینی فریضہ میں اپنا قائدانہ رول ادا کر کے اور اپنی نفع رسانی ثابت کر کے ہماری جگہ لینے والی ہے، ارشادِ خداوندی ہے وَإِن تَتَوَلَّوْا يَسْتَبْدِلْ قَوْماً غَيْرَكُمْ ثُمَّ لَا يَكُونُوا أَمْثَالَكُمْ اگر تم روگردانی اختیار کروگے تو تمھاری جگہ وہ دوسری قوم کو کھڑا کردے گا جو تمھاری طرح نہیں ہوگی ، اللہ اپنے دین کو ہر حال میں غالب کرے گا ، اس کا وعدہ ہے لیکن دین کے غلبہ کا ذریعہ کون بنے گا اور قرب قیامت میں اس کا مرکز کہاں ہوگا اس کو اللہ نے ظاہر نہیں فرمایا ہے، عہدِ نبوی اور عہدِ خلافت راشدہ کے بعد دمشق ، بغداد، مصر وغیرہ کو صدیوں تک عالمی سطح پر دینی امور میں رہنمائی اور علومِ شرعیہ کی خدمت میں مرکزیت کا شرف حاصل رہا، لیکن ادھر ایک صدی سے برِصغیر بالخصوص ہمارے ملک کو اپنی دینی خصوصیات مثلاً عالمی سطح کے دینی تعلیم کے مراکز کے وجود، مختلف تحریکاتِ دین کے یہاں جنم لینے اور سینکڑوں عالمی سطح کی مختلف شخصیات کی جائے ولادت ہونے اور دینی وعلمی اور اصلاحی میدانوں میں ان کی ناقابلِ فراموش خدمات کی وجہ سے اس کو عالمِ اسلام میں قائدانہ مقام حاصل تھا اور کسی نہ کسی حالت میں الحمدللہ اب بھی ہے، لیکن کب اس نعمتِ عظیمہ سے اپنی دعوتی غفلت کی وجہ سے محرومی ہوسکتی ہے کہا نہیں جاسکتا۔

اس خدشہ کو سامنے رکھتے ہوئے اب ہمارے دینی طبقہ اور خاص کر دینی مدارس کے ذمہ داران اور علماء ودعاۃ کو اپنے دعوت کے دائرہ کو وسیع کرتے ہوئے امت کے ہر فرد کو دین سے وابستہ رکھنے کے فریضہ کو سمجھنے کی ضرورت ہے اور یہ ان کو سمجھ لینا چاہیے کہ اپنی چہار دیواری میں رہنے والے چار پانچ فیصد نونہالان ملت

PDF created by #@Mohammad Yousuf Usman

کو دینی تعلیم سے آراستہ کرنے کا فریضہ ہی ہمارے دائرے میں نہیں بلکہ عصری تعلیمی اداروں میں زیرتعلیم اور وہاں سے فارغ طلبہ وطالبات اورنئی آنے والی نسلوں کوتوحید خالص پر باقی رکھنے کی ذمہ داری بھی ہماری ہی ہے، اس کے لیے بنیادی طور پر اس دعوتی نکتہ کو بھی ہمیشہ اپنے سامنے رکھنا چاہیے کہ دعوت منصوص ہے نہ کہ طریقۂ دعوت، زمانے کے تقاضوں کے تحت دعوتی حکمتِ عملی میں تبدیلی ہوسکتی ہے،حکمت وموعظت کے ساتھ جدید وسائل کو استعمال کرتے ہوئے اپنے بلند مقصد کو پانے کی ہم کوشش کریں، اورجس طرح باطل طاقتیں اپنی تدبیروں کے ساتھ اپنے مشن کو پایہ تکمیل تک پہنچانے میں کامیاب ہوئی ہیں ہم بھی میدان میں آکران ہی وسائل کواختیار کرکے اور جہاں سے بے دینی کا سیلاب آرہاہے وہیں گھس کراس کے دھارے کوموڑنے کی کوشش کریں۔

یہ بھی اصلاحی نہیں دعوتی کام ہے

ہمیں دعوتی میدان میں کام کرتے ہوئے اس بنیادی اصول کو بھی سمجھنا چاہیے کہ کسی امریکی صدر یا یورپی وزیراعظم کے ہمارے توسط سے اسلام میں داخل ہونے پر ہمیں جوانعام اللہ کے پاس ملے گا اور دنیا میں ہماری شہرت ونیک نامی ہوگی سچی بات یہ ہے کہ الحاد وارتداد میں جانے والے کسی مسلمان بھائی بہن کو واپس لانے میں ہماری کامیابی پر بھی عنداللہ اسی طرح کے صلہ وجزا کے ان شاءاللہ ہم مستحق ہوں گے، اس لیے کہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک اس کے تمام بندے بحیثیت انسان برابر ہیں ،اللہ جھونپڑی میں رہنے والے اپنے کسی بندہ کے شرک وکفر سے بچنے پر بھی اتنے ہی خوش ہوتے ہیں جتنے دنیا کے کسی ارب پتی یا بڑے سے بڑے ملک کے بادشاہ کے ایمان میں داخل ہونے پر۔

اسی طرح یہ بات بھی ذہن نشین کرنی چاہیے کہ بحیثیت امت دعوت ہم پر اب تک صرف دو کام تھے،ایک ایمان کی نعمت سے سرفراز اللہ کے بندوں کو ایمان پر باقی رکھتے ہوئے ان کی اصلاح کی کوشش اور دوسرے ایمان سے محروم بندوں تک توحید ورسالت اور آخرت کے پیغام کو پہنچا کر ان کو ہدایت کی طرف لانے کی فکرومحنت ،لیکن عالم اسلام کے موجودہ حالات کے تناظر میں اب اس میں ایک نئے دعوتی محاذ کا اضافہ ہوگیا ہے اور وہ محاذ یہ ہے کہ ہمارے جو بھائی بہن ایمان سے نکل چکے ہیں یا نکل رہے ہیں ان کو ایمان پر باقی رکھنے کی مخلصانہ وممکنہ کوشش و جدوجہد ہماری طرف سے ہو،اگر عالمی سطح پر ہم میں سے اکثریت نے بھی دعوت کے ان تینوں محاذوں پر اپنے فریضہ کوانجام دینے کی بساط بھر کوشش کی تو اللہ تعالیٰ کی مدد کے آنے اور مسلمانوں کے پھرایک بار غالب ہونے میں دیر نہیں لگے گی۔

دراصل ہم اس وقت اسلامی تاریخ کے نازک دور سے گزر رہے ہیں، دشمن تاک میں ہے، چاروں طرف سے کفرو شرک کی یلغار ہے،اب اسلام دشمنوں کو نہ ہماری حکومتوں سے ڈر ہے اور نہ ان کو ہماری مالی ترقی وخوش حالی اور نہ تعلیمی ترقی کا خوف،اسلام کی روح اورحمیت دینی سے دست برداری اور اپنے ملّی تشخص سے علیحدگی کے ہمارے اعلان کے ساتھ ہماری ہردنیاوی اور ظاہری ومادّی ترقی ان کو گوارا ہے،ان کا نشانہ صرف اورصرف ہمارا ایمانی سرمایہ،توحید خالص کی امتیازی شان اور دین سے ہماری وابستگی اور وارفتگی ہے ، ان کو اب یقین ہوگیا ہے کہ اس روئے زمین سے مسلمانوں کا خاتمہ ناممکن ہے، ان کا زورصرف اب اس پر ہے کہ ہم ظاہری شکل وصورت میں تو اسلام سے وابستہ رہیں ،لیکن مذہب وشریعت سے ہماری وابستگی برائے نام رہے، چند مذہبی رسومات تک ہم محدود رہیں اور اسلام کی عالمگیریت اوراس دنیا میں اس کے غلبہ کا خواب دیکھنا چھوڑ دیں، اگر ہم نے اپنے دشمنوں کی ان چالوں کو نہیں سمجھا تو آنے والی اسلامی تاریخ ہمیں معاف نہیں کرے گی ،اور آنے والی تاریخ کا مؤرخ ہمارے تعلق سے یہ لکھنے پر مجبور ہوگا کہ:

لمحوں نے خطا کی تھی   صدیوں نے سزا پائی

PDF created by #@Mohammad Yousuf Usman

نسیم ہدایت کے جھونکے

ڈاکٹر محمد عاطف سے ایک ملاقات

انٹرویو: محمد آصف

محمد آصف: السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ ؟

ڈاکٹر محمد عاطف: وعلیکم السلام ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

س: ڈاکٹر عاطف صاحب آپ کو ایک زحمت دینی ہے، ہمارے حضرت مولانا کلیم صدیقی صاحب کے یہاں پھلت سے ایک اردو دعوتی میگزین ارمغان کے نام سے نکلتا ہے، اس کے لئے آپ سے کچھ بات کرنی ہے، اور حضرت مولانا کا حکم بھی ہے، کہ ''نسیم ہدایت کے جھونکے'' میں آپ کا انٹرویو شائع ہو؟

ج: جی ہاں آصف بھائی مجھے حضرت نے حکم دیا ہے کہ میرا انٹرویو ''نسیم ہدایت کے جھونکے'' میں چھپے، اللہ کا ارب وکھرب احسان ہے کہ الحمدللہ مجھے اللہ رب العالمین نے ایمان، جو اللہ کے خزانے کی سب سے بڑی دولت ہے اس سے نوازا، ایمان کی لذت تب محسوس ہوتی ہے جب بندہ اللہ کی بندگی کے ساتھ ہر تکلیف میں صبر وشکر سے چلتا رہتا ہے، اور موت کے وقت کلمہ شہادت پڑھتے ہوئے رخصت ہوتا ہے: **اللّٰھم بارک لی فی الموت و فی ما بعد الموت**، جی بتایئے آپ کیا جاننا چاہتے ہیں۔

س: آپ اپنا خاندانی تعارف کرائیں؟

ج: میرا نام ڈاکٹر محمد عاطف چودھری ہے، پرانا نام ڈاکٹر کنال چودھری تھا، میں راجپوت گوجر (مراٹھا) فیملی سے ہوں، میرے والد کا نام اشوک چودھری ہے، جو ملٹری سے ریٹائرڈ ہیں، اس وقت وہ ایک پرائیویٹ کانسٹرکشن کمپنی میں ایڈمنسٹریٹو منیجر کی پوسٹ پر ہیں، میری والدہ ہاؤس وائف ہیں، اور ایک چھوٹا بھائی سوربھ ہے جو سول انجینئر ہے، ہم سب ساتھ رہتے ہیں ماشاء اللہ، اللہ میرے والدین کو اور بھائی کو ہدایت سے نوازے، آمین۔

روس میں ڈاکٹری کی پڑھائی کے لئے جانے سے پہلے میں بہت ہی بت پرستی کرنے والا،.....اگھوری کتابیں پڑھنے والا تھا، حتی کہ میرے امی ابو کو یہ ڈر تھا کہ میں پنڈت نہ بن جاؤں، وہ رشتہ داروں سے اکثر یہ تذکرہ کرتے اور مجھے پنڈت بابا بلانے لگے۔

س: آپ اپنے اسلام قبول کرنے کا واقعہ اور اس کے اسباب کو ذرا تفصیل سے بتایئے؟

ج: میں ایمان لایا اللہ اور اس کے رسول سرور کائنات حضرت محمد مصطفی صلی اللہ علیہ وسلم پر ۹ جون ۲۰۰۷ء کو جمعہ کے دن روس میں، جہاں میں ڈاکٹری کی پڑھائی کرنے گیا تھا، ہوسٹل ایس ٹی پیٹرس برگ (St Petersburg, Russia) میں ایک عیسائی لڑکے کے ساتھ جو ممبئی سے تھا، اس کے ساتھ اٹھنا بیٹھنا تھا، وہ مجھے عیسی علیہ السلام کے بارے میں اور بائبل کے بارے میں اکثر کچھ باتیں بتاتا تھا، اس کی عیسائیت کی مجھے دعوت دینا، نرم مزاجی سے پیش آنا، اور اس کے اخلاق ان سب چیزوں نے اتنا متاثر کیا کہ میں عیسائیت قبول کرنا چاہ رہا تھا، اور بپتسمہ (عیسائیت قبول کرنا) ہونا بھی طے کر چکا تھا، میں اسی کے ساتھ روس میں سنڈے کے دن پریئر سروس میں جاتا تھا، جہاں افریقن انڈین، چائنیز، سری لنکن اسٹوڈینٹ تھے، وہاں عیسائی گیت (prayer song) اور get together (کھانے کی دعوت) ہوتی تھی، جہاں عیسائیت کی دعوت کیسے دیں یہ بھی سکھایا جاتا تھا، کچھ دن ہی گزرے تھے کہ میں نے ایک خواب دیکھا جو آج بھی مجھے ایسے یاد ہے جیسے کہ میں نے آج ہی دیکھا ہو، خواب میں میں نے ایک بڑا سا گیٹ دیکھا، وہ سونے کی سلائیوں سے بنا تھا، اور دونوں

PDF created by #@Mohammad Yousuf Usman

طرف حد نگاہ تک پھیلا ہوا تھا، فرش بادل سا دکھائی دیتا تھا، اچانک گیٹ کھلا اور ایک شخص خوبصورت نوجوان، لمبی کالی زلفیں، عربی لباس، کالی گھنی ڈاڑھی میں دکھائی دیا، وہ مجھ سے کہنے لگے آؤ اندر، ڈرومت، جیسے ہی میں ان کے ساتھ اندر داخل ہوا، وہ میری نظروں سے اوجھل ہوگئے اور میں رک گیا، وہ پھر ظاہر ہوئے اور کہا آؤ ڈرومت میں ان کے پیچھے چل دیا ایسا تین بار ہوا، کچھ دن گذرے کہ میں پڑوسی ملک کے ایک بھائی کے ساتھ بیٹھا ٹی وی دیکھ رہا تھا کہ اچانک ٹی وی پر اذان ہوئی، اذان سنتے ہی مجھے تعجب ہوا، اور میں نے سوال کیا بھائی یہ کیا گا رہا ہے، اس بھائی نے جواب دیا، یہ گیت نہیں ہے اسے اذان کہا جاتا ہے، اس کے ذریعہ انسانوں کو اللہ کی طرف عبادت (نماز) کے لئے بلایا جاتا ہے، اللہ جو انسانوں کو ستر ماں سے زیادہ پیار کرتا ہے، یہ سنتے ہی میں کچھ بھاؤک (emotional) سا ہوگیا، اور سوچنے لگا کہ واقعی کوئی ایسا بھی ہے جو ستر ماں سے زیادہ پیار کرتا ہے، میرے دل میں اور سوال آئے کہ نماز کیا ہے، تو میں نے پوچھا کہ آپ مجھے بتائیں گے نماز کیسے پڑھتے ہیں؟ بھائی نے جواب دیا اس کے لئے تمہیں مسجد جانا ہوگا، میں یونیورسٹی کے بس اسٹاپ سے بس کے ذریعہ میٹرو اسٹیشن گیا، اور میٹرو ٹرین سے مسجد پہنچا، جو گورکوفسکایا (St Petersburg) میں ہے، مسجد پہنچتے ہی میں جمعہ کی نماز میں آئے ہوئے مصلیوں کے ساتھ تھرڈ فلور پر پہنچا، وہاں صفیں لگ رہی تھیں، میں سوچ رہا تھا کہ اگر میں ان لوگوں کے ساتھ صف میں نہیں جڑا تو یہ مجھے ماریں گے، پیٹیں گے، اس ڈر سے صف میں جڑ گیا، تکبیر پڑھی گئی، اور میں نے لوگوں کو دیکھ دیکھ کر جمعہ کی نماز مکمل کی، سبحان اللہ نماز کے بعد دل میں ایک عجیب سا سکون محسوس ہوا جو بیان نہیں کرسکتا، ایک دم جیسے کہ اب یہیں بیٹھا رہوں، میں سوچ ہی رہا تھا کہ سجاد بھائی کا فون آیا کہ تم مسجد پہنچے یا نہیں، میں نے کہا اوپر تیسری فلور پر ہوں سجاد بھائی نے کہا، نیچے گراؤنڈ فلور پر اور بھی ساتھی تمہارا انتظار کر رہے ہیں، نیچے پہنچا تو وہاں ایک روسی، ایک موریکن (نبیل) ایک سجاد بھائی اور ایک بھائی بلوچستان کے رہنے والے وہاں پوسٹ گریجویشن کر رہے تھے، انہوں نے مجھے قریب بٹھایا اور کہنے لگے میرے ساتھ پڑھو جو میں پڑھوں، اس نے چھ کلمے پڑھے، پڑھتے وقت مجھے لگا کہ وہ میرے لئے پرارتھنا کر رہے ہیں، کلمے پڑھنے کے بعد کہنے لگے مبارک ہو تم اسلام میں داخل ہوگئے ہو، یہ سنتے ہی میرے دل میں خیال آیا کہ جو ہوا وہ مالک (اللہ) کی مرضی ہے بس، مجھے اللہ نے ایمان کے نور سے میرے دل کو منور کر دیا ہے، اللہ اکبر، اب ساتھی جو ساتھ تھے کہنے لگے کہ آپ کا نام کیا ہونا چاہئے میں نے کہا عاطف، کیوں کہ اس وقت سنگر عاطف اسلم فینس گائک تھا، اس طرح میں کنال چودھری سے عاطف چودھری ہوا۔ الحمدللہ

س: اسلام قبول کرنے کے بعد آپ کے کیا جذبات تھے اور آپ پر کیا حالات آئے؟

ج: اسلام کو قبول کرتے ہی مجھے ایک پڑوسی ملک کے بھائی نے جو میرے ساتھ پڑھ رہے تھے انہوں نے نماز سکھائی الحمدللہ نماز سیکھ لی، اب قرآن پڑھنے اور سیکھنے کو دل چاہ رہا تھا، مگر عربی جانتا نہیں تھا، میں نے سب سے پہلے پورے قرآن شریف کو اس طرح سے پڑھا کہ ایک ایک آیت کو لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ پڑھتا جاتا تھا، وہ جو جذبات تھے شروع کے کچھ دنوں میں اللہ سبحانہ وتعالی ہی جانتے ہیں، کچھ ہی دن گذرے تھے کہ ایک سینئر ساتھی جو ممبئی سے تھا، مجھے دھمکانے لگا کہ سن اب تو مسلمان ہوگیا ہے، اب جھولا لے کے چل اور کسی کو مسلمان مت بنا، اسے کیا پتہ تھا کہ اس کے ان الفاظ نے مجھے آئیڈیا دیا کہ اسلام کو دوسروں تک پہنچانا بھی میرے لئے ضروری ہے، وقت گذرتا رہا اور میں روزہ کی پابندی کے ساتھ صبر سے چلتا رہا، میں صحابہ کی قربانیوں کے بیانات انٹرنیٹ پر سنا کرتا تھا، واقعی میں کبھار روتا اور دل ہی دل میں اللہ سے کہتا کہ کیسی سخت قربانیاں تھیں نبی محمد صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ رضی اللہ عنہم کی، اللہ اکبر، محمد ﷺ کے خاندان کا بائیکاٹ

PDF created by #@Mohammad Yousuf Usman

اور آپ کے خاندان والوں کا صبر اور قربانی، حضرت خبابؓ کی پیٹھ کو جلانا، حضرت عمارؓ کے والدین کو بے رحمی سے مار ڈالنا جو اس وقت اللہ پر ایمان لائے تھے، اور وہ صحابہ جنھوں نے اسلام کے جھنڈے کو گرنے نہیں دیا، چاہے بدن کے ٹکڑے ہو گئے، اور ایسے کئی واقعات مجھے اندر سے طاقت دلاتے تھے، اب چھٹیوں (Holidays) کے دن نزدیک آرہے تھے، اور فائنل ایگزام کی تیاریاں رات بھر چل رہی تھیں، صبح ایگزام سے پہلے میں دو رکعت نفل اللہ کی مدد کی نیت سے پڑھتا، اور سورہ یٰس پڑھ کر جاتا، الحمدللہ جب مشکل امتحان میں ساتھ پڑھنے والے فیل ہورہے تھے وہاں اللہ کے کرم سے میں اچھے مارک سے پاس ہوتا رہا، ساتھ پڑھنے والے مجھ سے پوچھتے کیا تمہاری ٹیچرس سے سیٹنگ ہوئی ہے جو تم اچھے مارکس سے پاس ہورہے ہو، میں دل ہی دل میں کہتا میری تو اللہ کے ساتھ سیٹنگ ہو چکی ہے، ایگزام کے بعد میں سال میں ایک مہینہ گھر (انڈیا) جایا کرتا تھا، نمازیں میں گھر پر اپنے کمرہ کا دروازہ بند کر کے پڑھا کرتا تھا، میری امی یہ عجیب برتاؤ دیکھ کر پوچھنے لگیں یہ تم دروازہ کیوں بند کرتے ہو، میں یوں ہی مسکرا کر بات ٹال دیتا، دل میں ڈر بھی رہتا تھا، مغرب اور عشاء کی نماز جامع مسجد (ناسک روڈ) میں پڑھتا تھا، گھر پر کہہ کر جاتا تھا کہ میں دوست سے ملنے جا رہا ہوں، میرے والد کو مجھ پر شک ہونے لگا کہ یہ بت کی عبادت نہیں کرتا ہے، کچھ تو گڑبڑ ہے، وہ پوچھتے تیرا دوست کہاں ہے کیا کرتا ہے، میں یوں ہی بہانہ بنا تا، اور بات کو رفع دفع کر دیتا، لیکن والد کا شک جوں کا توں بنا رہا۔

ایک بار مجھے امی نے گھر میں نماز پڑھتے ہوئے دیکھ لیا، اور بہت غصہ ہوئیں، کہنے لگیں تو پاگل ہو گیا ہے، یہ سب میں تیرے والد کو بتاؤں گی، میں خاموش رہا، لیکن پر دل ہی دل میں ڈر رہا تھا کہ ابا کو کیا جواب دوں گا، اللہ کا کرم رہا کہ امی نے ابا کو کچھ نہ بتایا

پھر جب میں روس روانہ ہو رہا تھا تو میرے ابا نے مجھے مورتی کے سامنے سجدہ کرنے کو کہا، میں ان کی بات یہ کہتے ہوئے ٹال رہا تھا کہ ہم ایئر پورٹ جانے کے لئے لیٹ ہو رہے ہیں، مگر ابا ضد پر اڑ گئے کہ جب تک تو مورتی کے سامنے نہیں جھکے گا ائیر پورٹ نہیں جائے گا، میرے اللہ نے میری حفاظت فرمائی اور امی نے میرے ابا سے کہا بحث چھوڑئے ایئر پورٹ جانے میں دیر ہو رہی ہے، تو ہم روانہ ہو گئے لیکن والد صاحب اتنے ناراض تھے کہ مجھ سے بات نہیں کر رہے تھے، روس واپس آتے ہی میری تھرڈ ائیر کی پڑھائی شروع ہو گئی، میرا دوست جس نے مجھے نماز سکھائی تھی وہ اپنی بیوی کے ساتھ رہتا تھا جو میڈیسن ہی پڑھ رہی تھی، اس بھائی نے ہوسٹل کے ایڈمنسٹریٹر مسٹر تاتیانا کو مجھے اپنے بغل والے کمرے میں جگہ دینے کو کہا جو خالی تھا، میں بہت خوش تھا کہ اب میرے پڑوسی ایمان والے ہیں ماشاءاللہ اچھے اخلاق ہیں، لیکن جیسے جیسے وقت گذرتا گیا وہ مجھ پر سختی کرنے لگا، وہ مجھے ہمیشہ دباؤ میں رکھتا، مثال کے طور پر چھوٹی چھوٹی باتوں پر ڈانٹنا، اور مار پیٹ کرنا، حتی کہ اس نے مجھے ایک بار کافر کہہ دیا، میں یہ لفظ سنتے ہی سن ہو گیا، کہ کہیں میں سچ میں کافر تو نہیں ہو گیا، میں اپنے ہوسٹل کے دوست محمد سیرن (Serian) کے پاس گیا اور یہ واقعہ سنایا، اور روتے روتے کہا کیا بھائی میں سچ میں کافر ہو سکتا ہوں، اس کے دلاسہ دینے کے بعد کچھ سکون آیا، اس نے کہا عاطف تم میرے بھائی ہو، تم تو اللہ پر ایمان لائے ہو تو کیسے کافر ہو سکتے ہو، پھر بھی میں نے پڑوسی ملک کے بھائی کے ساتھ نرم مزاجی رکھی، اور سلام دعا جاری رکھی، جب میں فورا ئیر میں آیا تو میرے ساتھ روم میں رہنے کے لئے پڑوسی ملک کے بھائی کے سالے صاحب آچکے تھے، جن کا میڈیکل کی پڑھائی کے لئے ہماری یونیورسٹی کے فرسٹ ائیر میں داخلہ ہو چکا تھا، پہلے ہی دن آتے ہی اس نے میرے ساتھ ہاتھا پائی کی، میں نے صبر کیا، میں نے اکیڈمی چھوٹنے کے بعد اس بھائی سے کہا آپ کا سالہ بدتمیزی سے پیش آتا ہے، اور ہاتھا پائی کرنے کو للکارتا ہے، تو اس نے غصہ میں آکر مجھے بھگاتے ہوئے کہا، تو مجھے اور میرے سالے کو ہاتھ لگا کر دکھا،

PDF created by #@Mohammad Yousuf Usman

یہ سنتے ہی میں حیران رہ گیا، کہ یہ میرا ایمان والا بھائی میرے اپنے بھائی سے بھی زیادہ عزیز ہے، کیا یہ ایسا بھی ہوسکتا ہے، رات کو عرب بھائیوں کے ساتھ مشورہ کیا اور روم چینج کرنے کی ایڈمنسٹریٹر سے درخواست کی اور اللہ نے کام کروادیا، یہ پریشانیاں تو تھیں ہی یہ بھی تھا کہ میرے ہم وطن بھائی (نان مسلم) میری خوب برائی کرتے اور جھوٹ ٹیچر کو بتاتے تھے، لیکن میں نے ہمیشہ کہا اللہ میرے لئے کافی ہے، اور میرا کوئی کچھ نہ بگاڑ پایا، واقعی توکل اور خدا کے خوف نے مجھے طاقت دی اور دے رہی ہے۔ الحمدللہ

س: ڈاکٹر عاطف صاحب ہوسٹل میں رہتے ہوئے آپ نے دعوتی اعتبار سے کچھ کام کیا؟

ج: الحمدللہ میں نے وہاں پڑھنے والے عربی دوست خالد اور زاہد نزال کے ساتھ مشورہ کیا کہ کیوں نہ ہم نماز جماعت سے پڑھا کریں، اور دوسرے بھائی بھی ساتھ نماز پڑھیں جو ہاسٹل میں رہتے تھے اللہ کے کرم سے ہاسٹل کا ڈائریکٹر جو عیسائی تھا اس سے بات کی اور الحمدللہ ساتویں فلور کا اسٹڈی روم ہمیں مصلے کے لئے مل گیا، یہ بھی اللہ کا فضل ہوا کہ اللہ نے مجھے اس مصلیٰ کا مؤذن بنایا جو کوتاہی ہوئی ہوگی، اللہ مجھے معاف فرمائے۔ آمین

ختنہ کے سلسلہ میں میرا ان ہی دونوں بھائیوں سے مشورہ ہوا، خالد کے بڑے بھائی روس میں سرجن تھے، انہوں نے زاہد بھائی کے کمرہ میں میرا ختنہ کیا، جو میرے لئے اس وقت انڈیا میں مشکل تھا رمضان کے مہینہ میں میں اور سب عربی دوست سیریا، مصر، فلسطین، جورڈن اور تیونس والے ساتھ میں سحری اور افطار کرتے، دین کا سیکھنا سکھانا ہوتا اور نمازوں کے لئے ہم دوسرے بھائیوں کو دعوت دیتے اور تراویح پڑھتے، روس ایک غیر اسلامی ملک ہے، لیکن وہاں کے لوگ اسلام کو جاننے کے طالب ہیں، جہاں تک میرے روسی دوست تھے سب اسلام کو چاہتے تھے، اور کہتے تھے کہ اسلام بڑا اچھا مذہب ہے، میرا ایک دوست پاویل الیکسن ڈراوچ میرے ساتھ ایک ہی ہاسٹل میں تھا، ہم رات میں اکثر ملتے، اور میں اسلام کی موٹی موٹی باتیں بتایا کرتا تھا، جب اس کی وائف پریگنینٹ ہوئی تو میں اسے سورہ یاسین پانی پر پڑھ کر دیا کرتا تھا اس نیت سے کہ بچہ قرآن کے نور سے ایمان والا بن جائے، اور وہ بہن خود بھی ایمان قبول کرلے، اور پاویل کو سمجھایا کہ میرے نبی محمد ﷺ جو قرآن اللہ کی طرف سے لائے ہیں وہ شفا اور رحمت ہے تمام انسانیت کے لئے، میرے دل میں یہ دعا ہے کہ جس ملک میں اللہ نے مجھے ہدایت کی دولت سے نوازا اس ملک کے ہر انسان کو میرے اللہ اس دولت سے نواز دیں۔ آمین

س: پڑھائی ختم کرکے آپ انڈیا کب تشریف لائے، آپ کے عزائم کیا تھے، اور گھر والوں کی ہدایت کے اعتبار سے آپ کی کیا کوششیں رہیں؟

ج: میری ۲۰۱۲ء میں پڑھائی پوری ہوئی، پھر میں شتابدی ملٹی اسپیشلٹی ہاسپٹل (Shatabdi Multispicialty Hospital) میں پریکٹس کرنے لگا، اور تمام نمازیں ہاسپٹل میں چپکے سے پڑھتا، اس طرح دن گزرنے لگے، رمضان آتا، تو روزہ کی پابندی کرتا، ابا امی پوچھتے کہ تم دن میں کھانا کیوں نہیں کھاتے ہو، وہ مجھ سے کہتے کہ روزے چل رہے ہیں کیا؟ گھر میں جھگڑا نہ ہو اس لئے میں بات کو ٹالتا، لیکن ابا بہت غصہ ہوتے، سخت الفاظ استعمال کرتے، اور کہتے کہ تو جو کررہا ہے اس کا تجھے کچھ فائدہ نہیں، تو ہندو کی اولاد ہے مسلمان نہیں بن سکتا، ایسا بھی ہوا کہ میں نماز پڑھ کر مسجد سے نکلا اور میرے ابا مسجد کے باہر کھڑے تھے، اور مجھے دیکھتے ہی زور سے ڈانٹنے لگے، میں خاموشی سے لاحول ولاقوۃ الا باللہ پڑھتے ہوئے نکل گیا، میں نے سوچا کہ گھر جاؤں گا تو میری خیر نہیں، پر الحمدللہ میرے والد گھر پر آئے تو انہوں نے مجھے کچھ نہ کہا، جب بھی گھر میں میرے اسلام لانے کے تعلق سے جھگڑا ہوتا تو میرا بھائی سوربھ میرا ساتھ دیتا اور والدین کو سمجھاتا، میں نے بھائی کو اللہ کی کتاب قرآن کے حق ہونے کی دعوت دی اور دین کی باتیں بتائیں، وہ بڑا متاثر ہوا اور

PDF created by #@Mohammad Yousuf Usman

اس نے کلمہ پڑھ لیا ماشاء اللہ، آپ سب دعا کریں کہ اللہ اسے استقامت دے آمین، اوروالدین پر بھی محنت جاری ہے۔

س: ڈاکٹر صاحب سنا ہے کہ آپ نے جرمن زبان (Language) سیکھی ہے؟

ج: جی ہاں آصف بھائی صحیح کہا آپ نے، ناسک میں ہاسپٹل ٹریننگ کے بعد میں پونا میں جرمن لینگویج (Goethe institute max muller bhvan) سیکھنے کے لئے گیا اس نیت کے ساتھ کہ اللہ میرے اس سیکھنے کو دین کی دعوت کے لئے سو فیصد استعمال فرمائے ان شاء اللہ، جرمنی میں پچھلے دو سال سے سیرین اور کچھ دوسرے اسلامی ملک کے لوگ پناہ لے رہے ہیں، جس کا فائدہ عیسائی مشنری والے ضرور حاصل کریں گے، تاکہ وہ پناہ گزیں لوگوں کو عیسائیت کی دعوت دیں، میری نیت یہ ہے کہ ان شاء اللہ اس زبان کے ذریعہ سے اللہ مجھ سے جرمنی اور کئی ملکوں میں کام لے۔

س: آپ کی پریکٹس کہاں چل رہی ہے، اور آپ دعوتی اعتبار سے کیا کام کررہے ہیں؟

ج: فی الحال میری پریکٹس ناسک میں چل رہی ہے، ناسک میں مولانا جیلانی صاحب جو ناسک جامع مسجد کے سابق امام اور میرے خیر خواہ ہیں ان کے مشورہ سے اپنا کلینک چالو کیا، اور اللہ کا کرم ہوا کہ مجھ کو ذریعہ بنا کر اللہ تعالی نے بہت سے مریضوں کو شفا یاب کیا، دوسرے ضلع کے پرانی بیماریوں کے بعض ایسے مریض جو اپنی بیماریوں کے علاج پر لاکھوں روپئے خرچ کر چکے تھے شفایاب ہو رہے ہیں الحمد للہ، بے شک شفا کا مالک اللہ ہی ہے، میں تو کوشش کرتا ہوں جو اللہ نے مجھے سکھایا ہے اللہ شافی اللہ کافی، پھر میری ملاقات ایک صاحب سے ہوئی جن کا نام عبداللہ تھا اور ان کی ایک بیکری ہے وہ مرحوم دین محمد صاحب کے دوست ہیں ایک ملاقات میں انھوں نے مجھ سے کہا کہ ہم وطنی بھائیوں میں دعوت کا کام شروع کررہے ہیں، یہ سن کر میں خوش ہوا اور میں نے کہا کہ میں بھی آپ کے ساتھ دعوتی کام میں جڑنا چاہتا ہوں، الحمد للہ میں عبداللہ صاحب اور مفتی عبداللہ صاحب ملی (دینیات کلاسیز) اور ناسک کے ساتھیوں کے ساتھ دین کی محنت شروع کرہی رہے تھے کہ اس کے دوران مولانا سعد صاحب ندوی ہم سے ایک جماعت کے ساتھ ملنے آئے، مولانا سعد ندوی صاحب نے سمجھایا کہ ہمیں لا الہ الا اللہ کا حق ادا کرنے کے لئے وطنی بھائیوں میں اسلام کی دعوت دینا بہت ضروری ہے، ناسک کے ساتھیوں کو فیلڈ ورک (دعوت اسلام غیر مسلم بھائیوں میں) بھی سکھایا، الحمد للہ جو ساتھی مختلف جماعت کی شکل میں فیلڈ ورک کے لئے روانہ ہوئے تھے جب واپسی کی کارگزاری سنائی، تو ہر ایک جماعت نے کلمات شہادت کم سے کم ایک ہم وطنی بھائی کو پڑھایا، ماشاء اللہ یہاں کارگزاری سنتے وقت ہم سمجھے کہ ہمارے وطنی ساتھی یہاں تک کہ پوری انسانیت سچے مالک اللہ کو اپنانے کے لئے کتنی بے تاب ہے یہ تو میری آپ کی کوتاہی ہے کہ ہم ان تک دین نہیں پہنچا رہے ہیں میرے کلینک کے بازو میں ایک فوٹو اسٹوڈیو اور ایک موبائل رپیرنگ کی شاپ ہے، ان دونوں بھائیوں کو میں نے اسلام کی دعوت دی، اور حضرت کی کتاب آپ کی امانت آپ کی سیوا میں ان دونوں کو دی، الحمد للہ ایک بھائی نے کلمہ پڑھا، اب کوشش جاری ہے کہ کیسے وہ نماز سیکھے، اور دوسرے بھائیوں پر بھی محنت جاری ہے، ہمارا دعوت کے اعتبار سے مالیگاؤں جانا ہوا، مالیگاؤں کے داعیوں سے بھی ملاقات ہوئی، ان کی بھی کوشش ہمارے غیر ایمان والے بھائیوں میں بہترین انداز میں چل رہی ہے، مالیگاؤں کے ساتھی اطراف کے دیہاتوں میں لوگوں کو مفت دوا ہاسپٹل میں چائے بسکٹ اور فروٹس کے ذریعہ سے دین کی دعوت کے کام کو انجام دے رہے ہیں، اور اس خدمت کے ذریعہ سے اللہ ہمارے وطنی بھائیوں کو ایمان سے نواز رہے ہیں، ماشاء اللہ اس امت میں ایسے کئی ساتھی ہیں جو اللہ کے دین کے لئے پوری کوشش کر رہے ہیں، اے اللہ دعوت کی محنت کرنے والے

PDF created by #@Mohammad Yousuf Usman

ساتھیوں کی مدد کے ساتھ حفاظت فرما۔ آمین

ناندیڑ کے داعی مولانا امین الدین صاحب (ناندیڑ دارارقم) سے میری ملاقات ہوئی، ہمارا ناندیڑ میں دارارقم جانا ہوا، جہاں کچھ ساتھیوں نے اپنے ایمان لانے اور لوگوں کو دین کی دعوت دینے کی کارگزاری سنائی، جسے سن کر ہمارے ہمارے اندر وطنی بھائیوں کو اسلام کی دعوت پیش کرنے کا جذبہ اور پختہ ہوا، ہم نے ان سے بہت سی دعوتی باتیں سیکھیں، مثلاً عیسائی اور ہندو بھائیوں میں کس انداز سے دعوت دی جائے۔ الحمدللہ

مجھے مولانا کلیم صدیقی صاحب (ابی) سے ملنے کی بڑی طلب تھی اندھیری (بمبئی) کی بڑی مسجد میں ان کی بات سننے کا شرف حاصل ہوا، مگر وہاں حضرت سے کوئی بات نہ ہوسکی، معلوم ہوا کہ حضرت کا بھیونڈی کا سفر ہے تو حضرت سے ملاقات کے لئے بھیونڈی پہنچا، لیکن افسوس کہ ہمارے ساتھ جو ساتھی تھے ان کو ناسک پہنچنے کی جلدی تھی اس وجہ سے حضرت کا بیان ہونے سے پہلے ہی ناسک آنا پڑا۔

دوسری مرتبہ معلوم ہوا کہ حضرت اکولہ تشریف لانے والے ہیں، تو اکولہ حضرت سے ملاقات کے لئے جانے کا مشورہ ہوا، لیکن عین وقت پر ساتھیوں کے ذاتی تقاضوں کی وجہ سے سفر ملتوی کرنا پڑا، اکولہ جانے کے لئے ٹرین کا ٹکٹ بھی نہ مل پایا، مایوسی ہوئی کہ حضرت سے نہیں مل پائیں گے، حضرت کے سفر کی تحقیق کرنے پر معلوم ہوا کہ حضرت ۱۵ فروری کو ناندیڑ تشریف لا رہے ہیں، تو فوراً ٹکٹ بنوائے، اور حضرت مولانا کلیم صدیقی صاحب سے ناندیڑ میں ملاقات ہوئی، جہاں میں اور عبداللہ بھائی حضرت سے بیعت ہوئے، کیا مبارک ہے وہ دن، جس دن مجھے اللہ نے ایمان سے نوازا، اور کیا مبارک ہے وہ دن جس دن میں مولانا کلیم صدیقی صاحب (ابی) سے بیعت ہوا، اب میں پوری طرح ان کے تابع ہو چکا ہوں، وہ جہاں بھیجیں گے دین کی دعوت کے لئے دنیا کے جس کونے میں بھی بھیجیں گے میں جاؤں گا ان شاء اللہ، ان سے بات کرنا ان کے پاس بیٹھنا ایک الگ نورانیت ہے، ماشاء اللہ کتنا پیار اور شفقت ہے حضرت میں، اللہ حضرت مولانا صاحب کو صحت لمبی عمر اور بہترین جزائے خیر دے۔ آمین

س: ارمغان کے حوالہ سے کیا آپ ایمان والے بھائیوں کو کچھ پیغام دینا چاہیں گے؟

ج: ایک اہم بات جو میں ہمیشہ دل میں رکھتا ہوں یہ ہے کہ اسلام مذہب کسی انسان کا محتاج نہیں ہے، وہ تو انسان ہے جو اسلام کا محتاج ہے، اس بات کو ہمیشہ یاد رکھیں، تو آپ کا دل ایمان کے اعتبار سے ٹوٹے گا نہیں، جس کا فائدہ شیطان نہیں لے پائے گا، ہمارا دشمن تو صرف شیطان ہے، **الم اعہد الیکم یا بنی آدم أن لا تعبدوا الشیطان انه لکم عدو مبین** (سورۃ یٰس: ۷) اسی کے ساتھ ختم نبوت کے طفیل جو ذمہ داری ہم پر ڈالی گئی ہے اس ذمہ داری کو ادا کرنے کی فکر کریں، کہ کیسے دنیا میں بسنے والا ہر انسان جہنم کی آگ سے بچ کر جنت میں چلا جائے، قرآن کی اس آیت کو پڑھ کر میں اپنی بات پوری کرتا ہوں، **ولتکن منکم امة یدعون الی الخیر ویامرون بالمعروف وینهون عن المنکر واولئک هم المفلحون، ولاتکونوا کالذین تفرقوا واختلفوا من بعد ما جاء تهم البینات واولئک لهم عذاب عظیم** (سورہ آل عمران: ۱۰۴/۱۰۵) ترجمہ: اور چاہئے کہ تم میں سے ایک جماعت رہے، وہ بھلائی کی طرف بلائے اور اچھے کاموں کا حکم دے، اور برائی سے روکے، یہی لوگ کامیاب ہونے والے ہیں پھر ان لوگوں کی طرح نہ ہو جاؤ جو متفرق ہوگئے اور باہم اختلاف کرنے لگے اس کے بعد کہ ان کے پاس واضح حکم آگئے، اور یہی لوگ ہیں جن کے لئے عذاب بہت بڑا ہے۔

س: ڈاکٹر صاحب بہت بہت شکریہ، ماشاء اللہ آپ کی زندگی اللہ کی صفت ہادی اور اسلام کی حقانیت کی کھلی نشانی ہے؟

ج: جی شکریہ۔ جزاک اللہ

PDF created by #@Mohammad Yousuf Usman

اسلام کی عظمت اور اس کی طرف دعوت

مولانا محمد جاوید اشرف مدنی (مدینہ منورہ)

[پہلی قسط]

لفظ اسلام کے معانی اور مفہوم

(**انٹروڈکشن**) کلمہ طیبہ دین اسلام کی بنیاد ہے (اور دین اسلام کا دروازہ بھی ہے کہ اسی کے ذریعہ سے کوئی غیر مسلم اسلام کے سایہ میں آتا ہے) اس کی عظمت و اہمیت سے متعلق قرآن وحدیث کی روشنی میں ماہنامہ ارمغان میں قسط وار سلسلہ چل رہا ہے جس کی سترہ قسطیں قارئین کی خدمت میں پیش کی جاچکی ہیں، اسی مبارک سلسلہ کی مزید تکمیل یہ ہے کہ قرآن و حدیث کی روشنی میں اسلام کی اہمیت وعظمت اور قدر ومنزلت اس کون ومکان کے خالق و مالک رب دو جہاں اللہ تعالی کے یہاں کیا ہے؟ نیز اس دین اسلام کے ماننے والوں کا کیا مقام ہے دنیا میں بھی اور آخرت میں بھی، اور اس دین کا انکار کرنے والوں اور اس کی عداوت ودشمنی کرنے والوں کی اس مالک وخالق کے یہاں کیا حیثیت ہے، ان دونوں ہی باتوں کا جاننا ایک مسلم اور غیر مسلم سب کے لئے ضروری ہے تاکہ ہر انسان اسی دنیا میں اپنے لئے اپنی راہ چن لے اور اسی پر پھر وہ قائم رہے، تاکہ اس کو اپنے چنے اور انتخاب شدہ دین کے مطابق ہی جزا یا سزا کا فیصلہ ہوسکے، اس دنیا کے بعد صرف پھل یا سزا ملے گی وہاں اختیار کا موقع نہیں ہوگا، اسی کے لئے دنیا کے مالک وخالق نے نبیوں کا سلسلہ شروع کیا تھا کہ دنیا ہی میں انسان نبیوں کے بتائے ہوئے طور و طریقوں کو اپنالے، اور ان کے بتائے ہوئے دین ومذہب کو نہ مانے تو پھر یقیناً ایسا شخص شیطان کی اتباع کرے گا، اور شیطان کا راستہ اس انسان کو ہمیشہ ہمیش کی نامرادی اور ناکامی کے گڑھے میں ڈھکیل دے گا، جس کا نام نرک یا عربی میں جہنم ہے، لہٰذا دین انتخاب کرنے کا وقت یہی مختصر سی زندگی ہے، موت کے بعد ہرگز کسی کو بھی کوئی چانس یا موقع نہ دیا جائے گا۔ قرآن کریم کی سورہ کہف کی آیت نمبر:۲۹) میں ارشاد عالی ہے: فمن شاء فلیؤمن ومن شاء فلیکفر ۔ لہٰذا جس کا دل چاہے وہ ایمان یعنی اسلام قبول کرلے، اور جس کا دل چاہے کفر کرے یعنی دین اسلام کو چھوڑ کر کوئی دوسرا دھرم اختیار کرلے، پھر اسی آیت میں آگے یہ بھی بتادیا کہ جس نے اسلام دین کے علاوہ کسی اور دین کو منتخب کیا تو پھر اس کی خیر نہیں ایسے لوگوں کو ہم ظالموں میں شمار کریں گے اور ظالموں کے لئے ہم نے ایسی آگ تیار کر رکھی ہے جس آگ کی چوطرفہ دیواریں (یا) اس کا دھواں ان کو گھیر لے گا، اور اگر وہ پانی کی فریاد کریں گے تو ان کو ایسا پانی دیا جائے گا جو اپنی بدصورتی میں تیل کے نیچے کی تلچھٹ جیسا ہوگا اور گرم اتنا کہ ان کے منہ جھلس جائیں گے۔ والعیاذ باللہ

لفظ اسلام: لفظ اسلام کے معنی استسلام یعنی اپنی ذات کو صرف ایک ذات جس کا کوئی شریک نہیں اس کے سپرد (سرینڈر) کردینے کے ہیں، اسی کی اطاعت اور تابعداری ہو اور اس کے ساتھ کسی کو شریک نہ کیا جائے، مزید واضح مفہوم اس کا اس حدیث شریف میں ہے جس کو بخاری ومسلم رحمۃ اللہ علیہما اور دیگر بہت سے محدثین نے ذکر کیا ہے جس میں حضرت جبریل علیہ السلام نے آپ ﷺ سے عرض کیا: یا محمد! اخبرنی عن الاسلام؟ اے محمد! اسلام کے بارے میں بتائیں؟ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: اسلام یہ ہے کہ تم اس کی گواہی دو کہ کوئی معبود نہیں اللہ کے سوا، اور محمد اللہ کے رسول ہیں، اور نماز قائم کرو، اور تم زکوۃ ادا کرو، اور رمضان کے روزے رکھو، اگر حج کی استطاعت ہے تو حج کرو۔

(صحیح مسلم کتاب الایمان)

PDF created by #@Mohammad Yousuf Usman

یہ اسلام کی وہ تعریف ہے جو سرور دو عالم ﷺ نے مکمل طور پر فرمادی ہے، آپ ﷺ کا مقام یہ ہے کہ وہ زبان سے وہی بات عرض کرتے ہیں جس کی آپ ﷺ کی طرف وحی کی جاتی ہے

صاحب لسان العرب نے لکھا ہے کہ : اسلام کے معنی استسلام وانقیاد اور مکمل انقیاد وتابعداری کے ہیں۔

سید قطبؒ اپنی تفسیر فی ظلال القرآن میں فرماتے ہیں : اسلام کے معنی استسلام یعنی اطاعت وفرمان برداری اورتابعداری کے ہیں، اس سے معلوم ہوا کہ اسلام کا مفہوم یہ نہیں کہ عقلی طور پر محض ایک تصور وخاکہ بنالیا، اور نہ صرف یہ کہ تصدیق ہوجائے دل میں، بلکہ مطلب یہ ہے کہ تصدیق کے ساتھ اس تصدیق کا حق ادا کرنا ،یعنی اللہ تعالی کے احکامات اورمنشاء ومرضی کے مطابق زندگی گذارنا، اللہ اور رسول ﷺ کے اوامر پر عمل کرنا اسلام ہے۔

(البتہ جیسا کہ ہم گذشتہ قسطوں میں تفصیل سے ذکر کر چکے ہیں کہ دل سے اللہ تعالی کی وحدانیت اور رسول اللہ ﷺ کی رسالت کا اقرار کرنا بھی آخرت میں نجات دلائے گا)

اس سے معلوم ہوا کہ اسلام عظیم قواعد اور متین ومضبوط اصول وضوابط کو ماننے اور ان پر عمل کرنے کا نام ہے، جو پانچ ارکان پر مشتمل ہے، اور جس کے دیگر متعدد شعبے اور اوامر ونواہی اور جوائز وزواجر وغیرہا احکامات ہیں۔ چونکہ گذشتہ قسطواری سلسلہ میں کلمہ طیبہ کی اہمیت وعظمت اور اس کی طرف دعوت پر روشنی ڈالی گئی تھی ، اب مناسب معلوم ہوتا ہے کہ اس کلمہ کا مفہوم واضح کردیا جائے اور پھر اس کلمہ کو تسلیم کرنے کو کیا کہتے ہیں اور پھر کلمہ کی تصدیق اور تسلیم وقبول کرلینے کے بعد ایک شخص کس دائرہ میں داخل ہوتا ہے اور اس پر کیا ذمہ داری ہوتی ہے، اور جس دین و مذہب کو وہ اختیار کرنے جارہا ہے وہ دین کیا ہے اس کی اہمیت و عظمت کیا ہے اور دنیا اور دنیا کے بعد یعنی موت کے بعد اس مذہب اسلام کے کیا فائدے ہیں، اسلام دین اپنے ماننے والوں سے کیا چاہتا ہے اس طرح کے بہت سے سوالات ایک عام انسان کے دل ودماغ میں آتے ہیں ہم کوشش کریں گے کہ اس تحریر میں اس طرح کے سوالات کا جواب آجائے۔ وباللہ التوفیق۔

(لا إله إلا الله ...) کا معنی ومفہوم:

یہ کلمہ عظیمہ نہایت عظیم وبلیغ معانی پر مشتمل ہے، کوئی شخص اس کے تقاضوں پر عمل نہیں کرسکتا جب تک اس کا مفہوم اس پر واضح نہ ہو، تاکہ علی وجہ البصیرۃ وہ اس پر عمل پیرا ہوسکے۔ قرآن کریم میں یہ کلمہ مبارکہ تیس مرتبہ سے زیادہ وارد ہوا ہے، سورہ بقرہ سورہ آل عمران سورہ نساء سورہ انعام سورہ توبہ سورہ یونس سورہ ہود سورہ رعد سورہ ابراہیم سورہ نحل سورہ طہ سورہ انبیاء سورہ مؤمنون سورہ نمل وغیرہ میں آیا ہے مثلاً : اللہ لا الہ إلا ہو الحی القیوم (بقرۃ: ۲۵۵) اللہ کے سوا کوئی نہیں جو معبود ہو وہ حی ہے قیوم ہے۔ سورہ طہ میں ارشاد فرمایا: اللہ لا إلہ إلا ہو لہ الأسماء الحسنی ،، اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں ،اسی کے ہیں اچھے اچھے نام،، سورہ محمد میں فرمایا: فاعلم انہ لا الہ الا اللہ۔ جان لو کہ کوئی نہیں ہے اللہ کے سوا معبود حقیقی

کلمہ (**الإله**) عربی میں معبود کو کہتے ہیں جس کی عبادت کی جائے ، اور شریعت میں اس کو کہتے ہیں جو صرف اور صرف عبادت کا مستحق ہو، جس کی ذات کمال مطلق ہو، اس کے مرتبہ تک کوئی نہ پہنچ سکتا ہو، اس کی عظمت تک کسی کی رسائی نہ ہو، وہ ہر چیز کا خالق ہے ہر چیز کا مالک ہے، اس پورے سنسار اور ساری کائنات میں کوئی ذات بھی عبادت کے لائق یعنی جس کی عبادت کی جائے نہیں ہوسکتی ، ہرگز نہیں ہوسکتی ، چاہے وہ نبی ہو، ولی ہو، فرشتہ ہو، جن ہو یا کوئی بھی چھوٹی بڑی مخلوق مثلا چاند سورج ستارے سیارے، آسمان وزمین ہو، کوئی بھی مخلوق اس لائق نہیں کہ اس کی پرستش اور پوجا یا عبادت کی جائے ،صرف اور صرف ایک ہی ذات ہے جس کا حق ہے کہ اس کی عبادت کی جائے۔

اسی ذات کا نام عربی میں اللہ ہے، جو اس ساری کائنات میں اس کا ذاتی نام ہے ، اس نام کو کسی دوسری ذات کے لئے استعمال نہیں کیا جاسکتا۔

جاری ..

PDF created by #@Mohammad Yousuf Usman

مولانا سید محمد واضح رشید حسنی ندوی

اک شمع اور بجھ گئی

ڈاکٹر حافظ سعید الرحمٰن فیضی ندوی
صدر الندوۃ اسلامک سنٹر کناڈا   صدر ''تنظیم عالمی فارغین ندوہ''

کل من علیها فان........

موت سے کس کو رستگاری ہے، بقائے دوام صرف اللہ جل شانہ کی ذات عالی کو ہے۔ ۱۵/ جنوری ۲۰۱۹ء بروز منگل کی رات بعد نماز عشاء ''الندوۃ اسلامک سنٹر، کناڈا'' میں حسب معمول اپنے بعض رفقاء کے ساتھ بیٹھا تھا کہ اچانک خلاف توقع میری ہمشیرہ رفعت محبوب سلمہا (اہلیہ ابوسحبان روح القدس ندوی استاد دارالعلوم ندوۃ العلماء) کا فون آیا جس سے یہ ہوش ربا خبر خرمن ہوش وحواس پر بجلی بن کر گری کہ میرے ہردلعزیز استاذ مولانا سید محمد واضح رشید حسنی ندوی صاحب اپنے پاک دل اور پاک صفات کے ساتھ آغوش رحمت الٰہی میں چلے گئے، إنا للہ و إنا الیہ راجعون.

مولانا مرحوم کی وفات کی خبر پر حیرت اس لئے ہوئی کہ ان کے متعلق یہ معلوم تھا کہ وہ حالیہ دنوں میں کسی تشویش ناک عارضہ میں مبتلا نہ تھے بلکہ معمول کی زندگی گذار رہے تھے، ہرچند کہ اس عمر میں عام طور پر جو شکایتیں ہوتی ہیں وہ تھیں۔

ہندوستانی وقت کے حساب سے ۱۶ جنوری ۲۰۱۹ء بروز بدھ نماز فجر سے قبل معروف عالم دین، صاحب طرز عربی ادیب، معتمد تعلیم ندوۃ العلماء لکھنؤ، جنرل سکریٹری رابطہ ادب اسلامی مولانا سید واضح رشید حسنی ندوی رب کریم کے جوار رحمت میں منتقل ہوگئے۔ نظام خداوندی ہے لوگ اس دنیائے فانی میں اسی طرح آتے ہیں اور طبعی عمر پاکر دار آخرت کی طرف کوچ کر جاتے ہیں:

حکم المنية فی البرية جار
ما هٰـــذہ الد نیا لدار قرار

خلق خدا میں موت کا فرمان جاری وساری ہے، یہ دنیائے رنگ وبو ہمیشگی کا گھر نہیں ہے۔ وفات سے چند دن قبل اپنے عزیز مکرم دوست مولانا محمد خالد غازیپوری ندوی کو ہندوستانی وقت کے حساب سے صبح فون کیا اور معلوم کیا کہ وہ اس وقت کہاں ہیں، انہوں نے خیر وخیریت دریافت کرنے کے بعد بتایا کہ وہ مہمان خانہ میں ہیں، اور ابھی تھوڑی دیر میں ناشتہ ہوگا اور یہ بھی بتایا کہ مولانا واضح رشید صاحب موجود ہیں، میں نے کہا کہ اگر موقع اور وقت ہو تو بات کرادیں، انہوں نے استاد محترم سے کہا کہ سعید الرحمٰن فیضی کا فون ہے، آپ سے بات کرنا چاہتے ہیں۔ مولانا نے فون پر بات ہی نہیں کی بلکہ بہت تفصیل سے سب کی خیریت معلوم کی، کناڈا کے حالات اور خاص طور پر شدید ٹھنڈ اور برف باری کے بارے میں معلوم کرتے رہے، اکثر جب تفصیل سے بات ہوتی تھی تو موسم کے بارے میں ضرور معلوم کرتے اور لکھتے رہنے کی تاکید کرتے، اس بار کہا کہ تم سے بات کرکے بہت خوشی ہورہی ہے، اس وقت بالکل اندازہ نہیں تھا کہ یہ مولانا سے راقم کی آخری گفتگو ثابت ہوگی، اور اب اس دنیا میں ان سے نہ صرف ملنے بلکہ بات کرنے کا بھی موقع نہیں ملے گا۔ رہے نام اللہ کا

کئی روز تک ایسا رہا کہ جہاں بھی گیا وہاں مولانا مرحوم کا تذکرہ رہا، الندوہ سنٹر میں تعزیتی جلسہ ہوا، اس کے علاوہ کئی پروگراموں میں جانا ہوا، وہاں زیادہ تر تذکرہ مولانا واضح رشید صاحب کا ہوتا رہا، ان کی یاد کے ساتھ ہی آواز گلوگیر ہوجاتی، اور جذبات پر قابو رکھنا مشکل ہوجاتا، اندازہ نہ تھا کہ مرحوم سے راقم کو ایسا دلی تعلق ہے، لیکن انسان کی فطرت ہے کہ وہ کسی شئے یا شخص کی قدر اس کے فوت ہوجانے کے بعد ہی کرتا ہے۔ مرحوم کی وفات سے مادر علمی میں جو خلا پیدا ہوا ہے اس کا پُر ہونا بظاہر مشکل معلوم ہوتا ہے، گو خدائے قادر مطلق ہر چیز پر، ہر وقت قادر ہے۔

PDF created by #@Mohammad Yousuf Usman

اس لئے کسی بھی اہل کمال کے اٹھ جانے کے بعد ایسا خلاء ہو جاتا ہے جسے دیگر سارے زندہ اہل کمال مل کر بھی پورا نہیں کر پاتے کیونکہ فوت شدہ باکمال ایسا ہیرا ہوتا ہے جس کی کمی کوئی دوسرا پورا نہیں کرسکتا۔ان کی وفات کے بعد ہم سب کو شدت سے احساس ہو رہا ہے، ہیرے کی قدر اس کے کھو جانے کے بعد ہی ہوتی ہے۔

میرے درجہ کے اکثر ساتھیوں نے مولانا مرحوم جیسے استاد و مربی کو اس وقت پہچانا جب وہ ۱۹۷۳ء میں بحیثیت معلم و مدرس ندوہ تشریف لائے،سوائے عزیز مکرم مولانا عبداللہ حسنی مرحوم کے راقم کو مرورِ زمن کے باوجود آج بھی بخوبی یاد ہے کہ درجہ حفظ میں داخلہ کے چند دن بعد یہ زمانہ ۶۵-۱۹۶۴ء کا تھا اور حسن اتفاق کی بات ہے کہ درجہ حفظ میں داخلہ کے بعد جس شخص سے ملاقات ہوئی یا تعارف ہوا وہ ہمارے عزیز دوست مولانا سید سلمان حسینی ندوی ہیں، درجہ حفظ میں شہر سے آنے جانے والے چند طلبہ ہوا کرتے تھے، بہرکیف چند دنوں میں ایسی دوستی ہوگئی کہ ہم دونوں ''تو من شدم من تو شدی'' کا مصداق ہوگئے۔

چند ہفتے گذرے تھے کہ والد مرحوم (مولانا محبوب الرحمٰن ازہری، سابق استاد دارالعلوم ندوۃ العلماء) کلکتہ سے لکھنؤ تشریف لائے اور حسب معمول آمد کے دوسرے دن ہی وہ ندوۃ العلماء حاضر ہوئے اور اپنے پرانے رفقاء اور اساتذہ دارالعلوم سے مل کر چلے گئے۔

اتفاقاً انہیں دنوں مولانا واضح رشید صاحب مرحوم بھی دہلی سے لکھنؤ آئے ہوئے تھے، درجہ حفظ میں کھانے کا وقفہ ذرا لمبا ہوتا تھا، میں اور میرے چھوٹے بھائی خالد محبوب اور مولانا سلمان صاحب دوپہر کے اس وقفہ میں درجہ حفظ میں رہتے تھے اور دوپہر کا کھانے ہمیشہ ساتھ ہی کھایا کرتے تھے کہ اچانک دو نوجوان اساتذہ میرا اور خالد محبوب کا نام معلوم کرتے ہوئے آئے اور پوچھا کہ آپ کے والد صاحب کلکتہ سے کب آئے، خیر میں نے بتا دیا، چونکہ اس سے قبل میں نے والد مرحوم سے کئی دفعہ باتیں کرتے ہوئے ان دونوں نوجوانوں کو دیکھا تھا... ایک مولانا واضح رشید صاحب اور دوسرے مولانا محمد الحسنی مرحوم تھے، جن کو مولانا سلمان ندوی ماموں جان کہا کرتے تھے۔

والد مرحوم خود عربی زبان و ادب کے اچھے اساتذہ میں شمار ہوتے تھے لیکن وہ مولانا محمد الحسنی مرحوم کے تمام مضامین بہت پابندی سے پڑھتے تھے، اور ان کی تحریروں کے بڑے قدرداں تھے، جہاں تک مولانا واضح رشید ندوی مرحوم کا والد صاحب سے دلی تعلق تھا، وہ ایک مثال تھا، استاد و شاگرد کا، مولانا میرے مشفق استاد تھے، بہت اعلی صفات کے حامل انسان تھے، وہ اخلاق میں بے مثال تھے اور علم و عمل کے جامع تھے، قدیم و جدید کا حسین سنگم تھے، ندوۃ العلماء کے تعلیمی اور تربیتی ماحول نے ان کے اندر اعتدال اور وسطیت پیدا کردی تھی، بڑے وسیع النظر عالم تھے، زبان و قلم میں بھی اعتدال تھا، وہ جدید صالح اور قدیم نافع کے مؤید، داعی، اور علمبردار تھے۔**شعارنا الوحيد إلى الاسلام من جديد** کے مبلغ و پیامبر تھے، اردو اور عربی زبان و ادب پر ان کو عبور و دسترس حاصل تھا، وہ اچھی عربی بولتے اور لکھتے تھے، اللہ تعالی نے ان کے اندر افراد سازی اور مردم گری کا بڑا ملکہ رکھا تھا، اگر یہ کہا جائے کہ وہ اس میدان میں اپنے اکثر معاصرین پر امتیاز و تفوق رکھتے تھے تو بیجا نہ ہوگا۔

والد مرحوم مولانا محبوب الرحمٰن الازہری نے اپنی تدریسی خدمات کا آغاز دارالعلوم ندوۃ العلماء سے کیا تھا، جو تقریبا ۱۷ سال پر محیط ہے، بحیثیت مدرس و معلم یہ ایک طویل ترین مدت ہے، اسی طرح انہوں نے ۱۷ سال تک تراویح میں قرآن کریم سنانے کا اہتمام کیا، ''ذلک فضل اللہ یوتیہ من یشاء''۔ اہل تعلق اور موجودہ اساتذہ دارالعلوم ندوۃ العلماء سے مخفی نہیں ہے کہ تادمِ آخر وہ دارالعلوم کے معمر ترین وقدیم استاد بلکہ استاذ الاساتذہ تھے، یہ اللہ تعالی کا فضل و کرم تھا کہ اس طویل ترین مدت میں سینکڑوں ان کے شاگرد ہوئے، مولانا مرحوم کو اپنے استاذ سے حد درجہ عقیدت و

PDF created by #@Mohammad Yousuf Usman

محبت تھی اور استاذ کو اپنے شاگرد رشید سے اس کی سعادت مندی کی وجہ سے خاص تعلق خاطر تھا، والد مرحوم کو جو تعلق اپنے عزیز ترین شاگرد مولانا واضح رشید صاحب سے تھا، دوسروں سے اتنا نہ تھا، ان کی عربی طرز تحریر اور اسلوب کے بڑے قدرداں تھے یہی حال و تعلق مولانا واضح رشید صاحب کی تحریروں سے والد صاحب کو تھا، بارہا ایسا ہوتا کہ مولانا واضح صاحب مجھ سے گھر کے تمام افراد کی خیر و خیریت اس طرح معلوم کرتے تھے جس طرح گھر کا ایک فکرمند فرد کرتا ہے، سینکڑوں باتیں حافظہ میں ہیں جن کے ذکر کا یہاں موقع نہیں ہے، دراصل والد مرحوم کو ندوہ، ندویت اور ندویوں سے دل و جان سے محبت و لگاؤ تھا۔

مولانا واضح رشید مرحوم نے اپنی عملی زندگی کا آغاز دہلی ریڈیو سے کیا جو کہ اس دور میں اخبارات کے بعد سب سے اہم ذریعہ ہوا کرتا تھا، TV کی ابتداء بھی بہت بعد میں ہوئی، جہاں ترقی، نام و نمود اور شہرت و دولت کے بڑے مواقع تھے، اور نوجوانی کے کم و بیش ۲۰ سال تک اس سے وابستہ رہے جو کسی انسان کی زندگی میں بڑے اہم ہوا کرتے ہیں، لیکن اس درویش صفت انسان میں جو کہ شہرت اور خودنمائی سے بہت دور رہتے تھے بے نفسی، تواضع، انکساری، الفت و محبت، صدق و وفاء اور تمام اعلی اسلامی قدروں کا پیکر جمیل تھے، ان کی زندگی فنائیت اور نفس کشی سے عبارت تھی، وہ بالغ نظر عالم و ناقد اور صحافی تھے، ادیب و انشاء پرداز تھے، راقم کی ذاتی رائے میں جو چیز سب سے زیادہ نمایاں ہوکر سامنے آئی وہ ان کی اعلی معیاری صحافت اور بہت لائق و فائق استاد و معلم اور مربی کی خصوصیت تھی۔

ماہرین تعلیم نے لکھا ہے کہ سب سے اعلیٰ و قابل وہ استاد ہوتا ہے جو اپنے شاگردوں اور طلبہ کی ذہنی و علمی صلاحیت و معیار سے واقف ہو، طلبہ کے معیار کے مطابق ان کو پڑھائے، سکھائے اور ان کی تربیت کرے، مولانا واضح رشید صاحب مرحوم عظیم استاد و مربی تھے، اپنے شاگردوں کو اپنی اولاد سے زیادہ عزیز رکھتے تھے، وہ جوہر شناس تھے، وہ شخصیت سازی سے بہت اچھی طرح واقف تھے، وہ استاذ الاساتذہ اور مربیوں کے مربی تھے، انہوں نے مسند درس و تدریس پر اپنی عمر عزیز کا نصف حصہ لگا دیا، کم و بیش نصف صدی انہوں نے نئی نسلوں کی تعلیم و تربیت پر صرف کی، ان کی معرکۃ الآراء کتاب ''نظام تعلیم و تربیت: اندیشے تقاضے اور حل'' تعلیم و تدریس کے فن پر ایک نہایت مفید و اہم گائڈ بک ہے۔

جہاں تک یاد پڑتا ہے سب سے پہلے مولانا سے انشاء پڑھنے کا موقع ملا تھا، وہ طلبہ کی انشاء کی کم سے کم کاٹ پیٹ کرتے صرف عبارت کی ضروری اصلاح کرتے، اس کے برعکس انشاء کے بعض اساتذہ زیادہ کاٹ پیٹ کرتے اور ناراض بھی ہوتے، مگر مولانا مرحوم کے اس انداز سے ہمارے حوصلے بلند ہوتے اور خود اعتمادی پیدا ہوتی، مولانا مرحوم کم گو اور خاموش طبیعت کے مالک تھے جو عام طور پر مفکرین اور دانشوروں کا مزاج ہوتا ہے، راقم کو مولانا مرحوم سے استفادے کا کافی موقع ملا، مولانا سے کلاس میں اور اس سے باہر بھی ترجمہ نگاری کی مشق کرنے کا موقع ملا، وہ اردو عربی، انگریزی اخبارات سے اہم خبروں اور مضامین کا ترجمہ کرنے کو دیتے تھے، میرے علاوہ درجہ کے بعض دوسرے ساتھی بھی ان کی دوپہر کی اضافی کلاس میں شامل ہوتے تھے، ہماری ترجمہ کی ہوئی عبارتوں کا معمولی اصلاح کے بعد یا زبان و بیان کی خامیوں کو دور کرنے کے بعد ان کو وہ ہمارے ناموں سے ہی شائع کردیتے تھے جس سے ہماری بڑی حوصلہ افزائی ہوتی تھی، کبھی کبھی مزاحاً مجھ سے کہا کرتے ''سعید الرحمٰن ابن محبوب الرحمٰن تو تمہارا نام ہے، اور فیضی تمہارا تخلص ہے، لیکن تمہاری شاعری کہاں ہے؟ یہ بات میرے دل کو لگ گئی، میں شعر تو نہیں کہہ سکتا تھا مگر میں نے بڑے بڑے شعراء کے چند مشہور اشعار لئے اور ان کا عربی میں ترجمہ کر کے مولانا کی خدمت میں پیش کردیا، مولانا بہت خوش ہوئے، اور بڑی شاباشی دی۔

والد مرحوم کی محنت و شفقت نے عربی زبان و ادب، انشاء و

PDF created by #@Mohammad Yousuf Usman

ترجمہ کا شوق پیدا کردیا تھا،عربی زبان میں عام فہم قرانی قصے والد مرحوم ہم کو سناتے تھے،اس کے بعد اس کا اردو میں مختصر خلاصہ لکھوایا کرتے تھے۔ یہ تھی میری عربی زبان کی تعلیم کی ابتدا،جس سے سب سے زیادہ فائدہ یہ ہوا کہ تھوڑے ہی عرصہ میں ٹوٹی پھوٹی عربی بولنا آ گئی ،جس کو وہ قلم بند کراتے اور پھر پڑھنے کی تاکید کرتے ،اس طرح عربی عبارت جو بہت عام اور آسان ہوتی وہ پڑھواتے اور اسی طرح لکھنے کی تاکید کرتے ، یوں کم عرصہ میں عربی بولنا اور عبارت پڑھنا شروع ہوگیا تھا۔ **اللھم لک الشکر و لک الحمد.**

والد مرحوم کی محنت وشفقت مولانا واضح صاحب مرحوم کی تعلیم وتربیت کا راقم سطور کی حقیر شخصیت کی تکوین وتشکیل میں بڑا کردار رہا ہے،مولانا مرحوم کی ندوۃ العلماء آمد کے بعد سے راقم کی کلی طور پر تعلیم وتربیت مولانا کی سرپرستی میں انجام پائی ،جو بلاشبہ میری زندگی کا بیش قیمت اثاثہ ہے،مولانا مرحوم کی آمد سے قبل بھی اساتذہ ندوۃ العلماء نے میری تعلیم پر خصوصی توجہ دی ہے، ان میں سے زیادہ تر والد صاحب کے رفقاء تدریس تھے یا ان کے شاگرد تھے،مضمون کی طوالت اور لمبی فہرست کی وجہ سے ان کا ذکر موقوف کررہا ہوں۔ میرے تمام محسن ومشفق اساتذہ نہایت قابل احترام ہیں، ان ہی کی تعلیم وتربیت اور رہنمائی سے میں موجودہ مقام تک پہنچا ہوں، جو حیات ہیں اللہ تعالی ان کا سایہ صحت و عافیت کے ساتھ قائم ودائم رکھے اور مرحومین کی مغفرت فرمائے اور اعلی علیین کے مقام پر پہنچائے۔

مولانا بڑی کثیر الجہات اور متنوع الصفات شخصیت کے حامل انسان تھے،اپنے تمام شاگردوں کا بہت خیال کرتے تھے اور ہمیشہ ان کی کوشش ہوتی تھی کہ طلبہ محنت کریں اور خوب سے خوب تر علم کی تلاش میں آگے بڑھتے رہیں،اور حاصل شدہ علم پر عمل بھی کریں۔ جو طالب علم بھی مولانا سے قریب ہوا وہ ان کا ہوکر رہ گیا۔ان کے اندر مقناطیسی کشش تھی۔

۱۹۷۵ء میں ندوۃ العلماء سے فراغت کے بعد میرا داخلہ علی گڑھ مسلم یونیورسٹی میں ہوا، جہاں کا ماحول علمی وادبی تھا مگر سالہا سال جو مادر علمی ندوہ کے ماحول میں گذرے وہ بہت یاد آتے تھے،اس کا تذکرہ میں نے مولانا مرحوم سے کیا، انہوں نے فرمایا کہ یونیورسٹی کا طرز تعلیم اور ماحول ایسا ہوتا ہے کہ وہاں وقت کی قلت ہوتی ہے،لیکن کوشش کرو کہ حالات حاضرہ اور علمی ودینی شخصیات پر کچھ وقت نکال کر لکھا کرو تاکہ تمہارے حاصل شدہ علم میں ترقی ہوتی رہے اور لکھنے لکھانے کی مشق بھی ہوتی رہے، میں نے مولانا کے مشورہ پر عمل کیا اور پہلا مضمون ''علامہ شبلی کی طرز تحریر'' پر قلمبند کیا جو چھپا بھی،اس کے بعد عربی میں لکھتا رہا، زیادہ تر شخصیات پر لکھا، پھر مولانا کے علی گڑھ کے ایک سفر کے موقع پر ''کمیونزم'' پر تفصیلی بات ہوئی،مولانا نے اس تحریک وفکر پر مطالعہ کرنے کو کہا جس کے نقصانات سے ہر اہل علم وفکر واقف تھا۔علی گڑھ مسلم یونیورسٹی میں کمیونزم کے اثرات نمایاں تھے،اس لئے اسی زمانہ میں میں نے ایک عربی مضمون کمیونزم پر ''**الخطر الشیوعی ومسئولیۃ المسلمین**'' کے عنوان سے لکھا، جو درجنوں صفحات پر مشتمل تھا۔ مولانا مرحوم نے بہت پسند کیا اور الرائد کے ۱۹۸۱ء یکم نومبر اور ۱۶ نومبر کے شماروں میں شائع کیا بعد میں بھی اس کی قسطیں شائع ہوتی رہیں، ندوہ کی طالب علمی کے زمانہ میں چھوٹے موٹے ترجمے شائع ہوتے تھے لیکن اس فکری مضمون پر حضرت مولانا علی میاں رحمۃ اللہ علیہ نے مجھے بلا کر خاص طور پر اس مضمون کی تعریف کی اور اپنی خوشی کا اظہار کیا، یہ میرے لئے بڑے اعزاز کی بات تھی،اور ہمارے بڑوں کی خورد نوازی تھی۔

میرے عزیز دوست مرحوم عبداللہ حسنی نے بھی اس موقع پر خوشی کا اظہار کیا، عبداللہ میرے سوم عربی سے عالمیت تک، درجہ کے ساتھی تھے۔کھیل وکود کے ساتھ ساتھ دینی، علمی ادبی اور دعوتی وفکری امور پر باہمی مشورے اور تبادلہ خیال ہوا کرتا تھا، اللہ تعالی انہیں جنت الفردوس میں اعلی مقام سے نوازے۔

PDF created by #@Mohammad Yousuf Usman

کتابیں اپنے آباء کی — اکابرین اسلام کے تحریری کارناموں پر مشتمل ایک سلسلہ

اظہار الحق کے شہرہ آفاق مصنف

حضرت مولانا رحمت اللہ کیرانوی، ایک مختصر تعارف

مطیع الرحمٰن عوف ندوی

مولانا رحمت اللہ کیرانوی ملک کے ان ممتاز علماء میں شمار کیے جاتے ہیں جنھوں نے پوری دنیا میں ہندوستان کا سر بلند کیا، وہ ہندوستان کے ایک مردم خیز اور تاریخی قصبہ کیرانہ سے تعلق رکھتے تھے، لیکن ردِعیسائیت کی تڑپ نے ان کو مختلف ممالک تک پہنچایا اور ارض مقدس مکہ مکرمہ میں انھوں نے ایک طویل عرصہ تک سکونت اختیار کی، مکہ مکرمہ میں قائم مدرسہ صولتیہ مولانا رحمت اللہ کیرانوی کا قائم کردہ ادارہ ہے جو ایک عرصہ سے علم ونور کی کرنیں پوری دنیا میں بکھیر رہا ہے، مولانا نے کئی تصنیفات چھوڑیں، مولانا مرحوم کی زندگی کا زیادہ حصہ عیسائی پادری فنڈر کے مناظرہ میں گذرا، بالآخر فنڈر کو شکست فاش ہوئی، خلیفۃ المسلمین سلطان عبدالعزیز خاں اور خیرالدین پاشا تونسی صدر اعظم کی تحریک پر یہ مناظرہ اکبرآباد آگرہ میں ہوا، مولانا نے اس کی روداد اظہار الحق میں شائع کی جس کے انگریزی ترجمہ کی اشاعت کے بعد ٹائمز آف لندن نے اس پر تبصرہ کرتے ہوئے لکھا تھا ''لوگ اگر اس کتاب کو پڑھتے رہیں گے تو دنیا میں مذہب عیسوی کی ترقی بند ہوجائے گی''۔

ردّ مسیحیت میں یہ ایسی کتاب ہے جس کا جواب آج تک مسیحی دنیا نہ دے سکی، اس کی اسی افادیت کی وجہ سے کئی زبانوں میں کئی بار اس کے ترجمے شائع ہوئے۔

حضرت مولانا محمد رحمت اللہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ محلّہ دربار کلاں، قصبہ کیرانہ، ضلع مظفرنگر میں ماہ جمادی الاولیٰ ۱۲۳۳ھ ہجری میں پیدا ہوئے، بعض قلمی یادداشتوں سے معلوم ہوتا ہے کہ قصبہ کیرانہ قدیم زمانہ میں چوہان راجپوتوں کی راجدھانی رہ چکا ہے، جونڈلہ اور بانسہ ضلع کرنال میں جو چوہان آباد تھے ان کے مورثِ اعلیٰ رانا ہرّہ کی اولاد میں سے رانا کلسہ کیرانہ کا حکمراں تھا، جس کی وجہ سے قصبہ اور نواح کے چوراسی گاؤں ''کلسیان گوجر'' کہلاتے ہیں، رانا کلسہ چوہان راجپوت تھا مگر کیرانہ اور اس کے نواح میں گوجر قوم آباد تھی اس لیے رانا نے اسی قوم میں شادی کی، رانا کلسہ سلطان محمود غزنوی کا معاصر تھا، سلطان محمود غزنوی کے زمانہ میں سلطان کی اجازت سے سید سالار مسعود غازیؒ مجاہدین کی ایک بڑی تعداد کے ساتھ ہندوستان پر حملہ آور ہوئے، اور جھنجھانہ ہوکر کیرانہ پر حملہ کیا، شہر کے شمالی اور غربی نواح میں آج تک مزار شہداء موجود ہیں، ایک قبر چند گز طویل شہر کے شمالی جانب میں ہے جو عرب شہداء کی قبر بتائی جاتی ہے، اس میں بہت سے شہداء کو ایک جگہ دفن کردیا گیا ہے، سید سالار مسعود غازیؒ کے کیرانہ پر حملہ کی یادگار آج تک سالاری قوم قصبہ میں موجود ہے، یہ عرب نژاد قوم قصبہ میں شتربانی کا کام کرتی ہے اور اونٹ ان کا ذریعۂ معاش ہیں، کیرانہ میں سب سے پہلے یہی سالاری قوم آباد ہوئی، سلاطین تغلق کے زمانہ میں شیخ علاء الدین انصاری اس نواح کے منصبِ قضاء پر مقرر ہوئے، اس وقت سے انصار کیرانہ میں آباد ہوئے، شیر شاہ کے زمانہ میں ''کاکڑ زئی'' افغان آباد ہوئے جن کی اولاد اب تک موجود ہے۔

PDF created by #@Mohammad Yousuf Usman

حضرت مولانا رحمت اللہ صاحبؒ کا نسب نامہ

رحمت اللہ بن خلیل اللہ المعروف بہ خلیل الرحمٰن بن حکیم نجیب اللہ بن حکیم حبیب اللہ بن حکیم عبدالرحیم بن حکیم قطب الدین بن شیخ حکیم فضیل بن حکیم دیوان عبدالرحیم (برادر نواب مقرب بن عبداللہ الثانی بن عبدالعزیز کبیر بن عبداللہ کبیر بن عمرو بن امیر المؤمنین ذوالنورین سیدنا عثمان بن عفان۔ رضی اللہ عنہ

ہندوستان میں عثمانیوں کا نسب نامہ نسلاً بعد نسلٍ اس قدیم تاریخی طومار میں محفوظ ہے جو حضرت کبیر الاولیاء مخدوم جلال الدین رحمۃ اللہ علیہ کی درگاہ پانی پت میں موجود ہے اور جس کی متعدد نقول بعض عثمانی النسب اہل پانی پت کے پاس ہیں، اصلی طومار میں ہر عثمانی جلالی کے نام کا اندراج کم از کم بیس جلالی النسب اشخاص کی موجودگی میں ہوتا تھا، مگر افسوس ہے کہ۔ آں قدح بشکست۔

حضرت مخدوم کبیر الاولیاء رحمۃ اللہ علیہ حضرت شاہ شرف الدین بوعلی قلندرؒ سے ہمیشہ استدعائے بیعت کیا کرتے تھے، اور قلندر صاحب ہمیشہ یہ جواب دیتے کہ ''تمہارا مرشد آنے والا ہے ابھی صبر کرو، ہم بتادیں گے۔'' جب حضرت خواجہ شمس الدین صاحب ترک رحمۃ اللہ علیہ وارد پانی پت ہوئے تو قلندر صاحب نے مخدوم صاحب سے فرمایا کہ جاؤ تمہارے پیر آتے ہیں اُن کا استقبال کرو، آپ گھوڑے پر سوار شہر سے باہر نکلے دیکھا کہ ایک فقیر چلے آتے ہیں، سلام کے بعد خواجہ صاحب نے فرمایا کہ ''میاں جوان! ذرا اپنے گھوڑے کی چال تو دکھاؤ۔'' آپ نے باگ اٹھائی اور گھوڑے کو دوڑایا، خواجہ صاحب بہت خوش ہوئے اور فرمایا کہ ''زہے اسپ وزہے سوار'' مخدوم صاحب پر ایک خاص کیفیت طاری ہوئی اور آپ گھوڑے پر سے گرے، خواجہ صاحب نے سینہ سے لگایا اور جو کچھ دینا تھا دیا اور بیعت کر کے خلافت عطا فرمائی، حضرت مخدوم صاحبؒ کو مطالعہ قلندر صاحبؒ کرا چکے تھے لیکن تعلیم خواجہ شمس الدین صاحب ترک پانی پتیؒ پر منحصر و موقوف تھی جو پایۂ تکمیل کو پہنچی، مخدوم صاحب کا وصال پانی پت میں ۱۳ / ربیع الاول ۷۶۵ ہجری کو ہوا، پانی پت میں محلہ مخدوم زادگان میں آپ کی اولاد موجود اور آباد تھی جو انقلاب ۱۹۴۷ء میں منتشر ہوگئی مگر درگاہ مخدوم صاحب اور مسجد وغیرہ باقی ہے۔

ہندوستان میں عثمانیوں کی آمد

سلطان محمود غزنوی (وفات ۲۳ / ربیع الاول ۴۲۱ھ مطابق ۲۹ / اپریل ۱۰۳۰ء) کا جس ماحول میں نشو ونما ہوا، اس کا اثر ہے کہ وہ ابتدا سے اہل علم اور ارباب کمال کا دلدادہ تھا اس نے اپنے خوش نما باغ میں ایک دلکش مکان تعمیر کیا، جس کے جشن میں اس نے دوسرے امراء اور راعیانِ مملکت کے ساتھ اپنے باپ امیر سبکتگین کو بھی مدعو کیا، باپ نے باغ اور مکان کے دل فریب ماحول کو پسند کرتے ہوئے نصیحت کی کہ ایسے باغ اور مکان تو دوسرے امیر بھی بنوا سکتے ہیں تم کو وہ عمارت تعمیر کرنی چاہئے جس کی برابری کوئی دوسرا نہ کر سکے'' محمود نے پوچھا: ''ایسی عمارت کون سی ہے؟ باپ نے جواب دیا کہ: ''وہ اہل علم وفضل کے دلوں کی تعمیر ہے جو کوئی نہال احسان ان کی زمین دل میں لگائے اس کا ثمرہ پائے۔''

سلطان محمود غزنوی علماء اور اہل کمال کا ہمیشہ قدر دان رہا، اس کو علوم وفنون سے طبعی لگاؤ تھا، یہی پہلا مسلمان حکمراں ہے جو سلطان کے لقب سے موسوم ہوا، سلطان محمود غزنوی کی دین پروری اور علماء نوازی سے سلطنت کے اکثر وبیشتر عہدوں پر قابل اور لائق دینی حکام مقرر تھے، فوج کی تنظیم کا بھی خاص اہتمام تھا، فوجی عہدوں میں بھی علماء کو امتیازی حیثیت حاصل تھی، حضرت مولانا رحمت اللہ کے جد اعلیٰ شیخ عبدالرحمٰن گاذرونی، سلطان محمود غزنوی کی فوج میں شرعی حاکم تھے، یہ عہدہ ''قاضی عسکر'' کے نام سے خلفائے آلِ عثمان رحمۃ اللہ علیہم اجمعین کے زمانے میں بھی ہمیشہ رہا، اور آخری خلیفہ سلطان محمد رشاد خاں خامس مرحوم کے زمانہ تک اس عہدہ پر ممتاز اور متدین علماء مقرر کیے جاتے تھے جو

PDF created by #@Mohammad Yousuf Usman

فوج کے تمام شرعی معاملات ومقدمات کا فیصلہ کیا کرتے، شیخ عبدالرحمٰن گاذرونیؒ (گاذرون یا گاذران شیراز میں مشہور مقام تھا) سلطان محمود غزنوی کے لشکر کے ساتھ ''قاضی عسکر'' کی حیثیت سے ہندوستان آئے اور جب سلطان محمود غزنوی نے سومنات کے مندر پر حملہ کیا تو یہ فوج کے ساتھ شریک جہاد تھے، فتح پانی پت کے بعد یہیں مقیم ہوئے، یہیں میں زیر قلعہ مدفون ہیں، آپ کی قبر پانی پت میں ایک چھوٹے سے احاطہ کے اندر مشہور ومعروف ہے

۹۱۵ھ میں فرمان اکبری کے مطابق کیرانہ ومضافات کیرانہ نواب مقرب خاں کو بطور جاگیر عطا ہوا تو عثمانی النسب جلالی خاندان کا یہ حصہ پانی پت کی سکونت ترک کر کے کیرانہ میں آباد ہوا، اس معمولی قصبہ کی توسیع وتنظیم کی گئی، قصبہ سے باہر نواب مقرب خاں اور دیوان عبدالرحیم نے اپنے محلات، کچہریاں اور متعلقین ریاست کے مکانات وغیرہ بنائے جواب قصبہ کی آبادی کا ایک جزو ہیں، نواب مقرب نے کیرانہ میں آموں اور دیگر اقسام کے پھلوں کا باغ لگایا جس میں گجرات دکن اور دور دست ممالک سے آموں کے درخت منگا کر لگائے، ایک سو چالیس بیگہ اس باغ کا رقبہ تھا، باغ کے وسط میں دو سو بیس گز لمبا دو گز چوڑا حوض بنوایا، حوض کے اندر ماہتابی وغیرہ بیس گز مربع میں بنوائی۔ اس حوض میں جمنا کا پانی ایک طرف سے آتا اور دوسری طرف سے نکلتا تھا، سرد اور گرم ملکوں کے درخت نصب کرائے، سولہویں جلوس میں جہانگیر خود کیرانہ آیا، اس باغ کی تفصیلات 'تزک جہانگیری'' میں موجود ہیں، جہانگیر لکھتے ہیں:

''مخلص ومحبّ خاص، یار وفادار مقرب خاں متمنی تھا کہ میں اس کے یہاں آؤں میں نے اس کے گھر کو قدوم میمنت لزوم سے قابل رشک بنا دیا، اور اس خیر خواہ قدیم کو بیش قیمت سامان، قیمتی جواہرات تین لاکھ روپے، ایک باغ اور ایک وسیع مکان دیا۔

نواب مقرب خاں کا لگایا ہوا باغ اب بھی ''نولاکھا زمین'' کے نام سے معروف ہے، مشہور ہے کہ اس باغ میں چھوٹے بڑے ہر قسم کے نولاکھ درخت تھے، باغ میں نواب مقرب خاں کی بنائی ہوئی بارہ دری بھی موجود ہے۔

نواب مقرب خاں کے اس باغ کے مشرقی جانب سنگین عمارات کا سلسلہ تھا، جو''دربار'' کے نام سے معروف تھا۔

حضرت مولانا رحمت اللہ صاحبؒ کی ولادت باسعادت اسی ''محلّہ دربار'' میں اپنے آباء واجداد کے ان تاریخی مکانات میں ہوئی، بارہ برس کی عمر میں قرآن ختم کرنے کے ساتھ دینیات اور فارسی کی ابتدائی کتابیں اپنے بزرگوں سے پڑھیں اس کے بعد دہلی بغرض تعلیم تشریف لے گئے اور مولانا محمد حیات صاحبؒ کے مدرسہ میں داخل ہوئے، قیام بھی مدرسہ میں رہا، ۱۲۵۰ھ میں حضرت مولانا مرحوم کے والد مولوی خلیل اللہ صاحب مرحوم دہلی میں بہادر کے میر منشی مقرر ہوئے، اور دھیرج پہاڑی کے قریب اپنے والد ماجد کے پاس تشریف لے آئے دن میں مدرسہ اور رات کو مہاراجہ کو اکبر نامہ سناتے تھے۔ کچھ عرصہ تک حضرت مولانا نے مرحوم مہاراجہ ہندوراؤ کے یہاں بحیثیت میر منشی کام کیا، تحصیل علم کا شوق مولانا کو لکھنؤ لے گیا، چند رفقاء کے ساتھ آپ لکھنؤ پہنچے اور مفتی سعد اللہ صاحب مرحوم سے شرف تلمذ حاصل کیا، حضرت مولانا رحمۃ اللہ علیہ کے اساتذہ کے اسماء گرامی درج ذیل ہیں:

۱۔مولانا محمد حیات صاحبؒ

۲۔مولانا مفتی سعد اللہ صاحبؒ

ہندوستان میں حضرت مولانا کے درس وتدریس کا زمانہ بہت محدود ہے، زمانہ کے ناسازگار حالات اور خاص طور پر ہندوستان میں نصاریٰ کے بڑھتے ہوئے اقتدار کو روکنے کی فکر نے آپ کو اس کا موقعہ نہ دیا کہ اطمینان کے ساتھ تعلیم وتدریس کا فیض عام جاری کرتے، تکمیل تعلیم اور اکبرآباد آگرہ کے یادگار زمانہ مناظرہ کے درمیانی عرصہ میں چندسال تک دربار کیرانہ کی مسجد میں حضرت مولانا نے ایک دینی مدرسہ قائم کیا۔

۱۲۵۶ ہجری میں حضرت مولانا مرحوم کی اپنی خالہ کی لڑکی

PDF created by #@Mohammad Yousuf Usman

سے شادی ہوئی، ۱۲۷۵ھ میں پھر مہاراجہ ہندوراؤ نے آپ کو اور آپ کے والد ماجد کو اپنے پاس دہلی باڑہ ہندوراؤ میں بلا لیا اور حضرت مولانا مرحوم کو اپنا میر منشی مقرر کیا اور ان کے والد ماجد کے ذمہ جائداد کی نگرانی اور دیکھ بھال سپرد ہوا، کچھ عرصہ کے بعد بعض خانگی مجبوریوں کی بناء پر حضرت مولانا مرحوم نے مہاراجہ ہندوراؤ کے یہاں اپنی جگہ پر اپنے چھوٹے بھائی مولوی محمد جلیل صاحب کو ملازم رکھ کر علیحدگی اختیار کی اور کیرانہ پہنچ کر درس و تدریس کے ساتھ ردّ نصاریٰ کی مذہبی خدمت میں مصروف ہوئے اور ازالۃ الاوہام لکھنی شروع کی۔

''ازالۃ الاوہام'' زیر ترتیب تھی کہ حضرت مولانا مرحوم سخت علیل ہوئے، چلنے پھرنے کے قابل نہ رہے، اشارہ سے نماز ادا ہوتی تھی، اقرباء و اعزاء، تلامذہ اور تیماردار بڑھتی ہوئی کمزوری اور شدت مرض سے پریشان تھے، ایک روز نماز فجر کے بعد آپ رونے لگے، تیماردار سمجھے کی زندگی سے مایوسی ہے، اعزا نے تسلی و تشفی کرنی چاہی، آپ نے فرمایا: ''بخدا صحت کی کوئی علامت نہیں، لیکن ان شاء اللہ صحت ہوگی، رونے کی وجہ یہ ہے کہ خواب میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے، حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ بھی ساتھ ہیں، حضرت صدیق اکبرؓ فرماتے ہیں، اے جوان! تیرے لیے رسول اللہؐ کی یہ خوش خبری ہے کہ اگر تالیف ازالۃ الاوہام مرض کی وجہ ہے تو وہی باعثِ شفا ہوگی''۔

الحمدللہ کہ اس کے بعد صحت و عافیت ہوگئی اور ازالۃ الاوہام کی ترتیب و تالیف کا کام شروع کر دیا۔ یہ وہ زمانہ تھا جب کہ عیسائیوں کی ہندوستان میں اسلام کے خلاف زبردست مہم جاری تھی، پادری فنڈر (Revd CGP Fonder) اور اس کی جماعت نے دل شکن تقریروں کا سلسلہ جاری کر رکھا تھا، پادری کی کتاب ''میزان الحق'' نے عوام میں خوف و ہراس پیدا کر دیا تھا، خاص طور پر علماء کی خاموشی سے مشنری کا جہلاء پر کافی اثر ہونے لگا تھا، اور پادری علماء کی خاموشی سے ناجائز فائدہ اٹھانے لگے، علمائے اسلام نے تیاری شروع کی، مقابلہ کے لیے مواد فراہم کیا گیا، اور اسلام کی حقانیت وصداقت اور اللہ کا نام بلند کرنے کیلئے ردنصاریٰ کی مذہبی جنگ کے قائدِ اول مولانا مرحوم نے اعلان کیا:

''میں نے ہندوستان کے سب سے بڑے پادری جو علمائے مسیحیین میں ممتاز حیثیت کا مالک اور میزان الحق کا مصنف تھا اس سے خواہش ظاہر کی کہ وہ میرے ساتھ مجمع عام میں مناظرہ کرے تاکہ حق واضح ہوجائے اور یہ معلوم ہوجائے کہ علمائے اسلام نے ان رسائل کی تردید اس لیے نہیں کی کہ وہ عاجز تھے بلکہ جواب دینے کی ضرورت نہیں سمجھتے تھے۔''

حضرت مولانا مرحوم اپنے شفیق دوست مولوی محمد امیر اللہ صاحب میر مختار راجہ صاحب (جو پادری فنڈر سے بھی واقف تھے) کے ساتھ فنڈر کے مکان پر گئے تاکہ مناظرہ کے لیے گفتگو کریں، پادری اپنے مکان پر نہ ملے چنانچہ ۲۳/مارچ ۱۸۵۴ء سے حضرت مولانا مرحوم نے پادری فنڈر سے خط و کتابت شروع کی، اس مذہبی مراسلت کا سلسلہ حضرت مولانا مرحوم کے آخری خط مورخہ ۷/اپریل ۵۴ء پر ختم ہوا، عنوان مناظرہ، مقام اور تاریخ مناظرہ طرفین کے اتفاق سے ابتدائی مراحل مکمل ہونے کے بعد پیر کے روز ۱۱/رجب ۱۲۷۰ھ مطابق ۱۰/اپریل ۱۸۵۴ء کو علی الصباح کٹرہ عبدالمسیح اکبر آباد آگرہ میں مناظرہ کا پہلا اجلاس منعقد ہوا، حضرت مولانا رحمت اللہ صاحبؒ کے ساتھ ڈاکٹر محمد وزیر خاں مرحوم اور پادری فنڈر کے ساتھ پادری فرنچ تھے، مجلس مناظرہ میں مسٹر اسمتھ حاکم صدر دیوانی مسٹر کرسچن سکنڈ صدر صوبہ بورڈ، مسٹر ولیم، مجسٹریٹ علاقۂ فوج، مسٹر لیڈلی ترجمان حکومت پادری ولیم گلبن، مفتی ریاض الدین صاحب مولوی فیض احمد صاحب سررشتہ دار صدر بورڈ، مولوی حضور احمد صاحب، مولوی امیر اللہ صاحب، مختار راجہ صاحب بنارس، مولوی قمر الاسلام امام جامع مسجد آگرہ، منشی خادم علی صاحب مہتمم مطلع الاخبار و منشی سراج الحق صاحب موجود تھے۔

[باقی آئندہ]

PDF created by #@Mohammad Yousuf Usman

خبروں کی دنیا

News World

محمد ادریس ولی اللهی

جامعہ ولی اللہ پھلت میں سالانہ انعامی مقابلے

گزشتہ سالوں کی طرح امسال بھی بزم ولی اللہی کے تحت ہونے والے سالانہ انعامی مقابلے بحمد اللہ بحسن وخوبی وقوع پذیر ہوئے ،جس میں تقریبا ۱۱ پروگراموں کی ۲۲ نشستیں منعقد ہوئیں، جس میں دور دراز سے علماء کرام نے شرکت فرما کر پروگراموں کو زینت بخشی، مہمانان کرام میں قابل ذکر دارالعلوم ندوۃ العلماء لکھنؤ سے تشریف لانے والے حضرت مولانا نذیر احمد ندوی ، مولانا عبدالسلام ندوی بھٹکلی، مولانا مطیع الرحمٰن عوف ندوی، ڈاکٹر محمد اسلم ندوی، مولانا عبیدالرحمٰن ندوی خاص طور پر قابل ذکر ہیں، اس کے علاوہ مولانا سید محمد حسیب ندوی، مولانا انعام قاسمی ندوی، جامعۃ البنات رام پور سے مولانا عبدالخالق ندوی مدنی ، مولانا محمد رافع ندوی، مولانا عبدالقادر ندوی نے پروگراموں میں شرکت کی ان حضرات نے مسابقہ تلاوت واذان، عربی تقاریر علیا وسطی سفلی اور اردو تقاریر کے تینوں طبقات میں حکم وصدر کے فرائض انجام دیئے ، اسی طرح جامعہ سیدنا حسین منصور پور سے مفتی حماد ندوی، مظاہر علوم سہارن پور سے مولانا ولی اللہ ولی قاسمی ،مظفر نگر سے انور فاروقی اور مولانا فیروز انور صاحب، کھتولی سے جمال ہاشمی اور عبدالستار رضا ، عبدالرب حماد، اور دہلی سے ڈاکٹر رضی الاسلام ندوی، مولانا مسرت ندوی، سید حفظ القدیر ندوی، پروفیسر نسیم اختر پرنسپل ویژن انٹرنیشنل اکیڈمی پھلت نے مقالہ نگاری، بیت بازی ،نظم خوانی، اور اردو اور ہندی انگلش تقاریر کے مقابلوں میں حکم کی حیثیت سے شرکت فرمائی، جامعہ کے مہتمم مولانا محمد طاہر ندوی، مولانا وصی سلیمان ندوی، حافظ محمد ادریس قریشی ،مولانا اقبال قاسمی ،مولانا محمد عمر ناصحی ندوی، مولانا عبدالرشید ندوی و دیگر اساتذہ نے ان پروگراموں کو کامیاب بنانے کوشش کی، ان پروگراموں میں شرکاء کی تعداد 244 ہے ، کامیاب طلباء کو جلسہ تقسیم انعامات میں کتابوں کی شکل میں انعامت دیئے جائیں گے۔

ناظم بزم محمد اویس خان ، نائب ناظم محمد وسیم ،معتمد بزم خطابت اریب حبیب ، امین العام محمد سالم فاروق ،معتمد صحافت محمد شاہنواز ،معتمد ہندی محمد تنویر ،معتمد انگلش محمد تعظیم ، نے خاص طور پر ان پروگراموں میں اپنی ذمہ داری ادا کی۔

مدرسہ اشاعت الاسلام کانشی میرٹھ میں اجلاس عام

ہمارے دیار کے ایک اہم تعلیمی ادارہ مدرسہ اشاعت الاسلام کانشی ضلع میرٹھ میں ہر سال کی طرح اس سال بھی ۱۶/۱۷/مارچ ہفتہ اتوار کو ایک عظیم الشان اجلاس عام منعقد ہوا، جس کی صدارت داعی اسلام حضرت مولانا محمد کلیم صدیقی مدظلہ نے فرمائی، اس موقع پر خطاب کرتے ہوئے حضرت مولانا نے فرمایا، امت میں سب سے افضل لوگ قرآن کے معلم اور طالب علم ہیں، انھوں نے کہا کہ اصل کام تو سکھانا اور اور اس کی دعوت دینا ہے، اس لئے ہمیں سب سے زیادہ قرآن کے معلمین اور متعلمین کی عزت کرنی چاہئے، اس موقع پر انھوں نے بڑی تعداد میں حفاظ طلباء کی دستار بندی فرمائی، اور متعدد جوڑوں کا نکاح کرکے ان کو دعائیں دیں، اجلاس میں ہماری جامعہ کی طرف سے مفتی محمد عاشق صدیقی ندوی، اور مولانا وصی سلیمان ندوی نے شرکت فرمائی، اس کے علاوہ مفتی رئیس احمد دہرہ دون نے اپنے خطاب سے سامعین کے دلوں کو گرمی عطا فرمائی، ادارہ کے مہتمم مولانا عرفان قاسمی نے مہمانوں کا شکریہ ادا کیا، اور مولانا محمد شمیم ندوی اور ان کے رفقاء نے پروگرام کو کامیاب بنانے میں خاص طور پر حصہ لیا۔

PDF created by #@Mohammad Yousuf Usman

فقہی مسائل

مفتی محمد عاشق صدیقی ندوی

س: کیا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم شعبان کے مہینہ میں بھی روزے رکھتے تھے؟

ج: جی ہاں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اس مہینے کے اکثر حصہ میں روزے رکھتے تھے؛ چنانچہ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں: مَا رَأَيْتُ رسولَ اللّٰهِ صلی الله عليه وسلم اِسْتَكْمَلَ صِيَامَ شَهْرٍ قَطُّ الَّا رَمَضَانَ وَمَا رَأَيْتُه فِيْ شَهْرٍ اَكْثَرَ مِنْهُ صِيَامًا فِيْ شَعْبَانَ (صحیح بخاری ۱/۲۶۴، صحیح مسلم ۱/۳۶۵) یعنی میں نے کبھی نہیں دیکھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے (پورے اہتمام کے ساتھ) رمضان المبارک کے علاوہ کسی پورے مہینے کے روزے رکھے ہوں اور میں نے نہیں دیکھا کہ آپ کسی مہینے میں شعبان سے زیادہ نفلی روزے رکھتے ہوں۔ ایک اور حدیث میں فرماتی ہیں: كَانَ اَحَبُّ الشُّهُوْرِ اِلٰى رسولِ اللّٰه صلی الله عليه وسلم أن يَّصومه شَعْبَان ثُمَّ يَصِلُه بِرَمَضَانَ (کنز العمال حدیث ۲۴۵۸۲) یعنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو تمام مہینوں سے زیادہ یہ بات پسند تھی کہ شعبان کے روزے رکھتے رکھتے رمضان سے ملا دیں۔

س: آج کل استقبال رمضان پر بہت زور دینے لگے ہیں کیا اس طرح سے اہتمام کرنا چاہئے؟

ج: آج کل عوام میں عبادات سے بڑھتی ہوئی عدم دلچسپی یا مصروفیات کی بناء پر عدم توجہی کے پیش نظر رمضان کی آمد سے پہلے ہی یاد دہانی کرائی جاتی ہے تا کہ غفلت دور ہو اور رمضان کی برکتوں سے محرومی نہ ہو، چناں چہ حضرت انسؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سوال کیا گیا کہ: ’’اَيُّ الصَّوْمِ افضلُ بَعْدَ رَمَضَانَ قالَ شعبانُ لِتَعْظِيمِ رمضانَ‘‘ رمضان المبارک کے بعد افضل روزہ کون سا ہے؟ ارشاد فرمایا: رمضان کی تعظیم کے لیے شعبان کا روزہ، الخ (ترمذی شریف ۱/۱۴۴، باب فضل الصدقہ) یعنی رمضان المبارک کی عظمت، اس کی روحانی تیاری، اس کا قرب اور اس کے خاص انوار و برکات کے حصول اور ان سے مزید مناسبت پیدا کرنے کا شوق اور داعیہ ماہِ شعبان میں کثرت کے ساتھ نفلی روزے رکھنے کا سبب بنتا تھا اور شعبان کے ان روزوں کو رمضان کے روزوں سے وہی نسبت ہے جو فرض نمازوں سے پہلے پڑھے جانے والے نوافل کو فرضوں سے ہوتی ہے۔ (الطائف المعارف لابن رجب ؟ ۱/۱۳۸، معارف الحدیث ۴/۱۵۵) اس سے بھی یہ اہتمام ثابت ہوتا ہے۔

س: شب برات پر قبرستان جانے کا کیا مسئلہ ہے؟

ج: اس رات حضور ﷺ قبرستان تشریف لے گئے تھے؛ مگر آپ کا یہ عمل اس قدر خفیہ تھا کہ آپ نے اپنی زوجہ مطہرہ حضرت عائشہ صدیقہؓ سے بھی اپنے جانے کو مخفی رکھا اور کسی بھی صحابی کو اپنے ساتھ نہیں لے گئے اور بعد میں بھی کسی صحابی کو اس عمل کی ترغیب دینا ثابت نہیں اس لیے شب براءت میں ٹولیوں کی شکل میں قبرستان جانا، اس کو شب براءت کا جز و لازم سمجھنا، راستوں میں روشنی کا اہتمام کرنا، چراغاں کرنا یہ سب دین میں زیادتی اور غلو ہے، جس کی ہرگز گنجائش نہیں اور یوں بھی صرف ایک مرتبہ آپ علیہ السلام کا قبرستان تشریف لے جانا ثابت ہے اس لئے اگر کبھی کبھار بنا کسی اہتمام یا مذکورہ خرافات کے قبرستان جایا جائے تو گنجائش ہے۔

PDF created by #@Mohammad Yousuf Usman

آخری صفحہ

انفعال اور جذباتیت کا نقصان

وہ ایک اچھے اسکول میں سائنس کی استاد تھیں اور ان کی اولین ترجیح اپنے طلباء کی صلاحیتوں کو پروان چڑھانا تھا،اس کے لئے دن رات کسی وقت بھی ان سے استفادہ کے لئے کوئی طالب علم بلا جھجک ان کے پاس آجاتا تھا، پورے علاقہ میں وہ اپنے اس شوق اور طلبا سے ہمدردی کے لئے مشہور ہوگئی تھیں،ایک روز شام کو ان کے پاس ایک طالب علم آیا جو بارہویں کلاس میں تھا،اس نے ان سے کہا بورڈ کے امتحان میں میری والدہ کی خواہش ہے کہ میں امتیازی نمبروں سے پاس کروں اگر آپ مجھ پر احسان کریں اور مجھے ٹیوشن پڑھا دیں تو امتحان کے بعد میں آپ کے ٹیوشن فیس ادا کردوں گا،طالب علم کے شوق کی وجہ سے آسیہ نے شام ۵/بجے کا وقت اس کو دیدیا،وہ شوق اور پابندی کے ساتھ ٹیوشن پڑھنے آتا اور تقریباروز اپنی سعادت مندی سے ان کا شکریہ ادا کرتا، امتحان قریب آگئے اور نصاب پورا ہوگیا تو ایک دن وہ آیا اور بولا میڈم مجھے اپنا نصاب دوہرانا ہے کیا آپ مجھے نصاب میں سے امپورٹنٹ اسباق بتا سکتی ہیں،آسیہ نے کہا کیوں نہیں ضرور،تم کل کتاب دے جانا،میں رات میں نشان لگا کر اگلے روز واپس کردوں گی،وہ دیکھتی تھی کہ روزانہ جس سبق کو اسے پڑھنا ہوتا وہ اسے ایک کاپی پر نقل کرکے لاتا تھا،آسیہ اس سے پوچھتی تم کتاب لے کر کیوں نہیں آتے وہ کہتا میڈم لکھنے سے مجھے کچھ سبق یاد ہوجاتا ہے،اور مجھے لکھنے کی مشق بھی ہوتی ہے،اگلے روز وہ کتاب لایا اور دے کر چلا گیا،آسیہ نے خاص خاص اسباق پر نشان لگانے کے لئے کتاب کھولی تو آگ بگولہ ہوکر رہ گئی،اس کتاب کے درمیان ایک خط تھا،جس میں انتہائی فحش انداز کا لویٹر موجود تھا،وہ جھلا کر رہ گئی کہ امپورٹنٹ اسباق پر نشان کے بہانے وہ مجھے یہ لویٹر دینا چاہتا تھا،رات بھر اسے نیند نہیں آئی،اس کمینہ کی ایسی جرأت کیسے ہوئی،وہ اگلے روز اسی سعادت مندی کے ساتھ پڑھنے آیا تو آسیہ نے بے دردی سے اس کی پٹائی کی اور دروازہ سے بھگادیا،کہ تم جیسے کمینہ لڑکے کو میں نہیں پڑھا سکتی،کم ظرف کے ساتھ احسان کرنا بھی کم ظرفی ہے،وہ آسیہ کو سوالیہ نگاہوں سے دیکھتا اور تکتا رہا اور مسلسل معافی مانگتا ہوا ڈبڈبائی نگاہوں سے رخصت ہوا،اگلے روز ایک لڑکا آسیہ کے گھر آیا اور معذرت کے ساتھ اس نے کہا میڈم کل ندیم جو میرا دوست تھا،اس کے والد کا بچپن میں انتقال ہوگیا تھا،وہ چنے اور کافی بیچ کر والدہ کی کفالت کرتا تھا، والدہ کی بیماری کے خرچ کی وجہ سے وہ کتابیں نہیں خرید سکا تھا،روزانہ میری کتابوں سے ایک سبق نقل کرکے لاتا تھا،کل خاص اسباق پر نشان لگوانے کے لئے وہ میری کتاب مانگ کر لایا تھا،میڈم مجھے وہ کتاب چاہئے،معافی چاہتا ہوں کہ اس میں میرا ایک خط بھی تھا جو غلطی سے رہ گیا تھا،آسیہ دھک سے رہ گئی،اور پوچھا کہ ندیم ہے کہاں؟اس نے کہا آپ نے اخبار میں تو پڑھا ہی ہوگا کہ اس نے رات میں خودکشی کرلی،نہر میں ڈوب کر۔

اس معصوم کی ڈبڈبائی اور پاکیزہ آنکھیں جو آسیہ کے دل میں چبھی ہوئی تھیں اس کو کھائے جارہی تھیں،اب اسے راز معلوم ہوا کہ وہ کتاب کے بجائے روزانہ کسی ردی کے کاغذ پر نقل کرکے کیوں لاتا تھا؟وہ اپنے کو جذبات اور انفعال پر ندامت کے حال میں بھی نہیں پاتی تھی، جلد بازی میں بغیر تحقیق کے انفعالی فیصلہ کی وجہ سے ایسے پاکیزہ جذبہ والے کسی لاچار بیوہ کے جگر گوشہ کے قتل کے گناہ سے وہ کیسے عہدہ برآ ہوسکتی ہے،وہ زندگی بھر اس غم میں گھلتی رہی مگر اس کی تلافی کے لئے کوئی حل زندگی بھر سمجھ میں نہیں آیا،جذبات وانفعال میں ہم لوگ کتنے ایسے فیصلے کرلیتے ہیں جن کی تلافی بھی ہمارے لئے ناممکن ہوتی ہے،اس لئے دین رحمت نے صبر وتحمل کی اس قدر تلقین کی کہ قرآن مجید میں جتنی بار ایمان کا لفظ آیا ہے اتنی بار صبر کا ذکر کیا ہے،اور صبر کے معنی قرآنی زبان میں امید کے خلاف، مزاج کے خلاف، مفاد کے خلاف،بغیر منفعل ہوئے اپنی بھلائی پر جمے رہنا ہے،رب کائنات نے یہاں تک ہدایت دی ہے کہ:**ولا یجرمنکم شنئآن قوم علی ان لا تعدلوا،اعدلوا ھو اقرب للتقویٰ** (کسی جماعت کی دشمنی تم کو اس پر آمادہ نہ کرے کہ تم انصاف نہ کرو،انصاف کرتے رہو،وہ تقویٰ سے بہت قریب ہے) کاش! ہم اس طرح کے ناقابل تلافی نقصان سے بچنے کے لئے جلد بازی میں انفعالی اور جذباتی فیصلوں پر انتقام کے بجائے صبر وتحمل سے کام لینے کے عادی بنیں۔

مولانا محمد کلیم صدیقی

PDF created by #@Mohammad Yousuf Usman